بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

امام احمد رضا ...... عالم اسلام کی نادر روزگار شخصیت' دنیائے سُنّیت کا عظیم المرتبت تاجدار، اسلام کے اُجڑتے ہوئے گلستاں کو نئی زندگی بخشنے والا' اپنے قلم کی تیغ براں سے باطل پرست طاغوتی طاقتوں کا سر قلم کرنے والا' عرب و عجم میں دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ پر قہر و غضب کی بجلیاں گرانے والا' سرکار کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجانے والا' علم شریعت و طریقت کا نیرِ تاباں، عاشقِ رسول ﷺ، عالم، فقیہ، شاعرِ رسول ﷺ اور مجددِ وقت ایک ایسا مسلک دے گیا جس پر اعتراض کرنے والے بہت ہیں لیکن جس پر چلنے والے اُن سے بھی زیادہ ہیں۔

(ماھنامه سرگزشت کراچی جنوری ۲۰۰۱ء)

تحریک فکر رضا



۱۶۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

برصغیر میں فکرِ امام احمد رضا کا باوقار جریدہ
سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء
جلد ۷ شمارہ ۳ (۲۵)
ربیع الآخر تا جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ

مدیر: محمد زبیر قادری
منیجر: محمد اسحٰق برکاتی

رابطہ کا پتہ: Address :
Tehreek-e-Fikr-e-Reza
167, Dimtimkar Road,
Nagpada, Mumbai - 400 008.
INDIA
TEL : 343 98 63

Distributed in Pakistan By:
Markazai Majlis-e-Riza
P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan
Distributed in England By:
THE ISLAMIC TIMES
C/o. 138, Northgate Road,
Edgeley, Stockport, SK3 9NL
ENGLAND

فہرست

website: fikreraza.net
email: editor@fikreraza.net

پرنٹر پبلشر: محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس 18، شنکر بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔008 400 سے چھپوا کر دفتر 167، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔008 400 سے شائع کیا۔

اداریہ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

اقراء..

عصر حاضر میں مسلمانانِ ہند دنیوی تعلیم کی اہمیت پر جس قدر زور دے رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حالاتِ حاضرہ کے تحت مسلمانوں کے لیے تعلیم وقت کی اہم ضرورت بن گئی ہے۔ خصوصاً بابری مسجد کی شہادت کے بعد مسلمانانِ ہند میں حصولِ تعلیم کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کی ہر سطح پر پسماندگی کی ایک بڑی وجہ تعلیمی سطح پر پچھڑا پن بھی ہے۔ چونکہ تعلیم کو روزگار سے جوڑ دیا گیا ہے اس لیے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ تعلیم یافتہ افراد کو فوری طور پر اچھی ملازمتیں مل جایا کرتی ہیں، اور ایک تعلیم یافتہ شخص اگر کاروبار بھی کرے تو وسیع معلومات ہونے کی وجہ سے کاروبار کو اچھی طرح فروغ دے سکتا ہے۔ اب تک حالات یہ تھے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی طرف توجہ بہت کم تھی اس کی کئی وجوہات ہیں:

☆ ہندوستان آزاد ہوئے پچاس سال سے زائد عرصہ ہونے پر بھی مسلمان ہمیشہ سے غدار اور مشکوک سمجھا جاتا ہے بلکہ صحیح معنوں میں مسلمان ہونا ہندوستانی جرم ہے۔ اعلیٰ درجہ کی ملازمتوں سے مسلمانوں کو دور رکھا جاتا ہے۔ اور خفیہ وحساس محکموں میں تو مسلمانوں کو داخل ہونے بھی نہیں دیا جاتا۔ اس لیے مسلمانوں نے اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی۔

☆ متمول اور تاجر گھرانے کے مسلمان اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم نہیں دلواتے تھے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ زیادہ پڑھا کر کیا فائدہ آخر کو خود کا کاروبار ہی سنبھالنا ہے، تو پھر پڑھائے کیوں؟

☆ مسلمانوں کی اکثریت چونکہ حصولِ روزگار کے لیے ہی پریشان رہتی ہے انہیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی پھر وہ کس طرح بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ دیں گے۔ ان کے لیے تو جتنے زیادہ کام کرنے والے ہاتھ ہوں اتنا ہی اچھا ہے۔

رفتہ رفتہ ماحول بدلا تو مسلمانوں نے یہ جانا کہ بھلے ہی تعلیم سے اعلیٰ ملازمتیں، محکمۂ خفیہ کی ملازمتیں نہ ملیں۔ مگر ہمیں مستقل اپنے حقوق کے حصول کے لیے کوشاں رہنا ہوگا۔ مسلمان اس ملک کے ویسے ہی شہری ہیں جیسی دیگر قومیں۔ پھر کیوں ہم محنت کر کے اعلیٰ ملازمتیں حاصل نہیں کر سکتے..... اس ملک میں کتنا ہی تعصب سہی مگر جب مسلسل کثیر تعداد میں ہم اعلیٰ درجہ کے امتحانوں میں شرکت کریں گے تو ضرور کامیاب ہوں گے اور اسی جانب مستقل محنت سے ہم اپنی تعداد کے تناسب کو بڑھا بھی سکتے ہیں۔ اب محنت شروع ہو چکی ہے اور ہر سال آئی اے ایس، آئی پی ایس وغیرہ مقابلہ جاتی امتحانوں میں کامیاب ہونے والے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

''اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا''

رسول اللہ ﷺ نے ہم مسلمانوں کو یہ دعا مانگنے کا سلیقہ بتایا۔ اسی لیے ہم ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے..... اس دعا میں دنیا کو مقدم رکھا گیا ہے چونکہ دنیا آخرت سے پہلے ہے اور اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی، اس لیے اس کا ذکر پہلے ہوا۔

اب دنیا میں کامیابی کا حصول کیسے ممکن ہے؟ تو اس کے لیے آج کے دانش ور کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں تعلیمی پسماندگی کو دور کردیا جائے تو بیشار دنیوی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اسی لیے آج تمام ہی مکاتیب فکر اسی قسم کی کامیابی کے قائل اور کوشاں ہیں۔

لیکن...... حیرت یہ ہے کہ ان تمام ہی دانشورں اور قوم کے غم خواروں نے دینی تعلیم اور اسلامی فکر کو بالکل ہی پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی معاشی بدحالی دور کرنے کے لیے تعلیمی پسماندگی دور کرنے کا نسخہ تو پیش کررہے ہیں مگر کامل مسلمان بن کے نہیں بلکہ سیکولر (غیر مذہبی) مسلمان بن کر۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کے مسلمان اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے اونچے عہدے تو حاصل کرلیتے ہیں مگر مذہب اسلام سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ موجودہ نوجوان نسل میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں دینی حمیت و غیرت مفقود ہے، ان میں اسلامی فکر نابود ہے پھر ایسے مسلمان اپنے مذہب کے لیے کس طرح مفید ثابت ہوسکتے ہیں؟ جب ان میں اسلامی فکر نہیں ہوگی تو یہ دیگر مسلمانوں کے لیے کیونکر فکر مند ہوکر ان کا بھلا سوچیں گے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ صرف تعلیمی پسماندگی دور کرکے غیروں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی سے ناواقفی اور بے رغبتی ہی وہ اندھیرا ہے جو ہمارے زندگیوں میں غیر مذہبی تعلیم سے دور نہیں کیا جاسکتا۔ تمام علوم کا مخزن قرآن کریم ہے جس سے ہدایت بھی ملتی ہے اور ہر طرح کی دولت بھی۔

دوسری طرف المیہ یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے فارغ طلباء کے سامنے کوئی منزلِ مقصود نظر نہیں آتی۔ ان کے ابتر معاشی حالات کو بہتر بنانے کی کسی کو بھی فکر نہیں۔ یہ طلبہ فراغت کے بعد تلاشِ معاش کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں اور پھر مجبور ہوکر حصولِ معاش کے لیے صرف مساجد و مدارس تک ہی محدود ہوجاتے ہیں۔ یہ حاملینِ علوم نبوی دنیا کی امامت کرسکتے ہیں مگر انہیں مساجد کی امامت تک ہی محدود کر دیا گیا ہے۔ ہمارے یہ علماء دین نہیں جانتے کہ عالم کی سَند کے ساتھ ساتھ اگر دنیوی ڈگریاں بھی حاصل کرلیں تو یہ دنیوی تعلیم یافتہ افراد سے زیادہ باصلاحیت و کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں اور زیادہ کامیاب بھی۔ ان کی اس حالت کا ذمہ دار معاشرہ کو بھی ٹھہرایا جاسکتا ہے جس نے اسلام کو صرف رسوم و رواج کا مجموعہ بنا دیا ہے اور دینی تعلیم کی اہمیت کو بالکل ہی نظر انداز کررکھا ہے۔ ہمیں مولوی کی ضرورت ولادت، نکاح اور موت کے وقت ہی پڑتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادی بیاہ کے وقت نکاح کی رسم ادا ہوتے ہی قاضی صاحب کو ایسے نظر انداز کردیا جاتا ہے جیسے ان کا کام نکاح پڑھا کر اپنا نذرانہ وصول کرنا ہی تھا۔

اسلام میں تعلیم کے حصول کی طرف جس قدر توجہ دلائی گئی ہے کسی اور مذہب میں اس کا عشرِ عشیر بھی

نہیں ہے۔ قرآن مقدسہ کی پہلی آیت ہی 'اقرأ' (پڑھ) کے ذریعے سے ہمیں پڑھنے لکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ تو ہماری اپنی غلطیاں، کوتاہیاں اور ساتھ میں دشمنوں کی سازشیں ہیں جس نے ہمیں حصول علم کے صحیح راستے سے بھٹکا دیا ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہم میں آج ابن الہیثم، الخوارزمی، ابن سینا، جابر بن حیان، الفارابی، ابن رشد، البیرونی، امام غزالی اور امام احمد رضا...... جیسے عبقری Genius پیدا نہیں ہوتے ورنہ آج بھی ہم سب پر بھاری ہوتے۔ ہمارے دانش ور اور مفکرین حضرات یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جو کام ماضی میں ہمارے اسلاف نے کیا تھا وہ آج ہم سے کیوں نہیں ہوسکتا؟

موجودہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے، یہ دور تو معلومات کے پھیلاؤ کا دور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس سے استفادہ نہیں کرپاتے۔ تصور کیجیے اُس دور کا جب ہمارے مسلمان سائنسدانوں نے مصائب و مشکلات سے نبرد آزما ہوکر، تکلیفیں اٹھاکر، مہینوں کی مسافت طے کرکے علم حاصل کیا ہوگا۔ جبکہ اعلیٰ تعلیم کے مراکز (یونیورسٹیاں)، لائبریریاں اور وسائل بھی موجود نہ تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے جو کچھ دریافتیں کیں، دنیا کو ایجادات سے نوازا اور نظریات پیش کیے اسی سے استفادہ کرکے مغرب والے ترقی یافتہ کہلارہے ہیں اور دنیا کو اپنا غلام بنارہے ہیں۔ ہمارے علمی سرمایہ سے غیر فائدہ اُٹھارہے ہیں اور ہم ان کا جھوٹن استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔......

ہماری ناکامیوں کی وجوہات میں موجودہ دور کے نام نہاد مسلم مفکرین، ماہرین تعلیم اور دانش وروں کا بڑا ہاتھ ہے۔ یہ لوگ اسلام کی روح سے قطعاً ناآشنا ہیں یا پھر کسی نہ کسی کے پٹھو بنے ہوئے ہیں۔ اسی لیے ہر شے کا صرف سطحی نگاہ سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے مشورے اور آراء محدود فوائد کے علاوہ کچھ نہیں دیتے۔ حالانکہ صحیح سمت میں محنت کی جائے، مستقل مزاجی اپنائی جائے اور صرف اسلامی فکر کو ہی بنیاد بنایا جائے تو آج بھی ہم میں حکماء، فلاسفہ اور ماہرینِ علم وفن پیدا ہوسکتے ہیں۔

محمد زبیر قادری

☆......☆......☆......☆......☆

آہ فقیہ ملت

علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی ۲۳ر اگست شب جمعہ (۱۲ بجے) مختصر علالت کے بعد اوجھا گنج (بستی) میں عالم جاودانی کی طرف کوچ فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت فقیہ ملت کا وصال عالم اسلام کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ موصوف نے فقہ دنیا میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو فقیہ ملت بھی کہا جاتا ہے۔ نیز ملک کی مشہور درسگاہوں میں دارالافتاء کے اہم عہدے پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ جن میں انوار الحدیث، انوار شریعت، خطبات محرم، فتاویٰ فیض الرسول (مجموعۂ فتاویٰ)، فقہی پہیلیاں، نورانی تعلیم (بچوں کے لیے) قابلِ ذکر ہیں۔

ترجمۂ کنزالایمان کا لسانی جائزہ (چوتھی قسط)

ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی
ریڈر اینڈ ہیڈ اردو ایم۔ ایچ (پی۔ جی) کالج، مرادآباد (یو۔ پی)

ضروری تصحیحات

سہ ماہی افکار رضا ممبئی بابت جنوری تا مارچ ۲۰۰۱ء جلد ۷ شمارہ نمبر ۱ (۲۳) میں شامل فقیر کے مضمون ''ترجمۂ کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' میں درج ذیل تصحیحات کرلی جائیں۔

صفحہ نمبر ۱۵ پر درج سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۲۸ کے جائزے کو کالعدم سمجھا جائے۔ اشاعت کے بعد معلوم ہوا کہ ''توبہ دیوے'' اُس عہد میں مستعمل تھا۔

اسی طرح آلِ عمران کی آیت نمبر ۹۵ (ص ۱۲) اور آیت ۱۹۹ (ص ۱۷) کو بھی جائزے سے خارج سمجھا جائے۔

شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۱ء میں ایک بڑی غلطی ہوگئی۔ سورہ الانعام آیت ۱۴۶ (ص ۱۶) کا ترجمہ نقل کرنے میں 'ایک ناخن' سے پہلے لفظ ''ہر'' چھوٹ گیا۔ (علامہ محمود الحسن صاحب کے ترجمہ میں) اس کی تصحیح کرلی جائے۔ اس لفظ کے چھوٹ جانے سے برآمد کیا گیا نتیجہ بھی غلط ہوگیا، اس لیے صفحہ ۱۶ پر سطر ۱۸-۱۹ میں ''اس سے کوئی..... پر بس نہیں'' کو بھی قلم زد کردیا جائے۔ اسی شمارے میں صفحہ ۶ پر آیت ۴۴ کا جائزہ بھی کالعدم سمجھا جائے۔

یہ سبھی سہو بہ تقاضائے بشریت ہوئے ہیں۔ ان میں کسی مقصد اور ارادے کا دخل نہیں، اس لیے بغیر کسی تحریک، ترغیب یا نشاندہی کے ان کی تصحیح کرا رہا ہوں اور ندامت محسوس کر رہا ہوں۔ اگر کوئی صاحب کسی اور سہو یا غلطی کی نشاندہی فرمائیں گے اور نشاندہی صحیح ہوگی تو اس کو خندہ پیشانی اور شکریے کے ساتھ قبول کروں گا۔ اصرار بیجا فقیر کا شیوہ نہیں، اس لئے ان اغلاط کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

سورۂ الاعراف

آیت ۱۹ حضرت علامہ محمود الحسن ایک جُو کا ترجمہ اس طرح رقم فرماتے ہیں۔

''اور پاس نہ جاؤ اُس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار''۔

"پاس نہ جاؤ" صرف نہی ہے تاکید نہیں۔ مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت پاس نہ جاؤ۔ جیسے کوئی کہے کہ "مت کھاؤ" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت نہ کھاؤ نہ یہ کہ کبھی مت کھاؤ۔ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تاکید کی گئی تھی کہ مذکورہ درخت کے پاس کبھی نہ جائیں۔ اس ترجمے کی یہ پہلی خامی ہے۔

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے بھی تقریباً یہی ترجمہ کیا تھا۔ علامہ نے صرف ایک لفظ بدل کر ترجمے پر قبضہ جمالیا۔ شاہ صاحب نے لکھا تھا۔ "پھر تم ہوگے گنہگار" علامہ نے اس کو یوں بدل دیا "پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار" لیجئے ترجمہ کا حق ادا ہوگیا۔

اس ترجمہ میں دوسرا قابلِ ذکر لفظ "گنہگار" ہے۔ علامہ کے ترجمے کے مطابق سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے بتایا کہ "فلاں درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ تم گنہگار ہو جاؤ گے" حضرت آدم علیہ السلام اُس درخت کے پاس چلے گئے۔ تو مترجم کے نزدیک اُن کے گنہگار ہونے میں کچھ شک نہیں رہا۔ عصمتِ انبیاء اسلام کا مسلّمہ عقیدہ ہے۔ اس بارے میں فقیر اپنی طرف سے مزید کچھ نہ کہہ کر علامہ کے ہی شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کا وہ بیان یہاں نقل کردینا مناسب سمجھتا ہے جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ لکھتے ہیں۔

"میرے نزدیک فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کا ترجمہ اگر یوں کیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا۔ پھر ہو جاؤ گے تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے"۔

مترجم کے خاص شاگرد ہی اس کو غیر موزوں مان رہے ہیں۔ شاگرد تھے اس سے زیادہ اور کہتے بھی کیا؟ لیکن :۔ ع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

پھر بھی ایک ندوی کا اس کو اُردو کا سب سے اچھا ترجمہ کہنا اُن کے علم اور انصاف پسندی کا پتہ دیتا ہے۔ ع۔ انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے

امام احمد رضا نے اس حصے کا ترجمہ تحریر کرایا۔

"اور اُس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہوگے۔"

"نہ جانا" کی نفی میں دوام پایا جاتا ہے۔

آیت ۲۲ علامہ محمود الحسن صاحب نے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح عنایت فرمایا۔

"اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے۔"

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا تھا۔

"اور لگے جوڑنے اپنے اوپر پتے بہشت کے۔"

حضرت علامہ نے صرف "پتے" کو مؤخر کیا ہے۔ یہ انہوں نے اچھا کیا؛ لیکن ہر جگہ اس بات کا خیال نہیں رکھا کاش کے وہ ہر جگہ شاہ صاحب کے ترجمہ کو اُردو محاورے کے مطابق کردیتے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں لکھایا۔

''اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے۔''

آیت ۲۶: علامہ نے ترجمے میں اس طرح گل افشانی فرمائی۔

''ہم نے اُتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرم گاہیں اور اُتارے آرائش کے کپڑے۔''

اس ترجمے کا یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ جسم ڈھانکنے کے لیے پوشاک نازل کی اور زیب و زینت کا لباس جسم سے الگ کرلیا۔ ابہام کا عیب لفظ ''اُتارے'' کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جس کے معنی نازل کرنے کے بھی ہیں اور جسم سے الگ کرنے کے بھی۔ شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے میں یہ عیب نہیں تھا۔ اُن کا ترجمہ یہ ہے: ''ہم نے اُتاری تم پر پوشاک کہ ڈھانکے تمہارے عیب اور رونق اور کپڑے۔''

امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ فرمایا۔

''بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو۔''

آیت ۲۷: علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

''وہ دیکھتا ہے تم کو اور اُس کی قوم جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے۔''

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا تھا۔

''وہ دیکھتا ہے تم کو اور اُس کی قوم جہاں سے تم اُن کو نہ دیکھو۔''

دونوں ترجموں میں قوم کے بعد جگہ چھوٹی ہوئی ہے اور دونوں ہی ترجمے واضح نہیں ہیں۔ علامہ محمود الحسن صاحب نے ''نہیں دیکھتے'' کو ''نہ دیکھو'' تو کردیا لیکن تفہیم میں سہولت کی کوئی کوشش نہیں کی۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ فرمایا۔

''بے شک وہ اور اُن کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم اُنہیں نہیں دیکھتے۔''

آیت ۸۸: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس طرح ترجمہ رقم فرمایا۔

''ہم ضرور نکال دیں گے اے شعیب تجھ کو اور اُن کو جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں''

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا تھا۔

''ہم نکال دیں گے اے شعیب تجھ کو اور جو یقین لائے ہیں تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا تم پھر آؤ ہمارے دین میں''

حضرت علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں معمولی سا تصرف کیا؟ لیکن خطاب (اے شعیب) کو مقدم نہیں کیا جس سے اُردو روز مرہ کا رنگ نہیں آسکا بلکہ ژولیدگی بھی پیدا ہوگئی۔ علامہ کے ترجمے کے اس حصے ''جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ اپنے شہر سے'' کا مفہوم کوئی کیا لے گا۔ یہی نا کہ وہ لوگ اپنے شہر سے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ ایمان لے کر آئے تھے، جبکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ کافروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں (مومنوں) کو اپنے شہر سے نکال دیں

گے۔ یہ بات بہت غور کرنے اور ماتھا پچی کے بعد سمجھ میں آتی ہے۔

شاہ صاحب نے تو خیر اُردو کے ابتدائی دور میں ترجمہ کیا تھا؛ مگر حضرت علامہ تو امام احمد رضا کے بعد ترجمہ فرمارہے تھے اور نہایت فرصت اور آرام کی حالت میں۔ شاہ صاحب کے ترجمے کو اپنا بنانے کے لیے لفظوں میں ہیر پھیر بھی کیا، لیکن جو تصرّف ضروری تھا وہ نہیں کیا۔ امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ اِملا کرایا۔

''اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ۔''

آیت ۹۱ علامہ محمود الحسن صاحب نے ایک حصّے کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

''پھر آ پکڑا اُن کو زلزلہ نے''

شاہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا تھا:

''پھر پکڑا اُن کو زلزلے نے''

صاف نظر آرہا ہے کہ علامہ نے صرف ایک لفظ ''آ'' بڑھا کر شاہ صاحب کے ترجمے کو اپنا بنالیا۔ امام احمد رضا نے اُردو روز مرّہ کے مطابق علامہ سے ۶/برس پہلے یہ ترجمہ املا کرادیا تھا۔

''تو انہیں زلزلہ نے آلیا''

آیت ۹۳ علامہ نے یوں ترجمہ ارقام فرمایا: ''پھر اُلٹا پھرا اُن لوگوں سے''

شاہ صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا تھا: ''پھر اُولٹا پھرا اُن سے''

حضرت علامہ نے صرف ایک لفظ ''لوگوں'' کا اضافہ کیا باقی ترجمہ شاہ صاحب کا ہی تھا۔ امام احمد رضا نے اس طرح واضح ترجمہ فرمایا۔ ''تو شعیب نے اُن سے منھ پھیرا''

آیت ۹۷ علامہ محمود الحسن نے اس طرح ترجمہ فرمایا۔

''اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آ پہنچے اُن پر آفت ہماری راتوں رات جب سوتے ہوں''

شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

''اب کیا نڈر ہیں بستیوں والے کہ پہنچے اُن پر آفت ہماری رات ہی رات جب سوتے ہوں''

قدامت کے باوجود شاہ صاحب کے ترجمے میں کوئی خاص خامی نہیں تھی! لیکن علامہ نے ''نڈر'' کو ''بے ڈر'' سے بدل دیا جب کہ نڈر آج بھی رائج ہے اور ''بے ڈر'' کے رواج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اگر ہو بھی تو ''بے ڈر'' کسی طرح بھی ''نڈر'' سے بہتر نہیں ہے۔ یہ کارروائی صرف شاہ صاحب کے ترجمے پر قبضہ جمانے کے لیے کی گئی اگر وہ کوئی لفظ نہ بدلتے یا کوئی لفظ آگے پیچھے نہیں کرتے تو کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ ترجمہ علامہ کا نہیں بلکہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ہے۔ اگر چہ علامہ نے متروک الفاظ بدلنے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن جب کوئی متروک لفظ نہیں ملتا تھا رائج لفظ پر بھی ہاتھ صاف کر دیتے تھے۔ یہ ترجمہ اس بات کا

بین ثبوت ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھایا۔

"کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں"

دونوں ترجموں کا فرق سرسری نظر سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

آیت ۱۱۵ تا ۱۱۷ علامہ محمود الحسن صاحب نے ترجمہ فرمایا۔

"بولے اے موسیٰ یا تو تُو ڈال اور یا ہم ڈالتے ہیں کہا ڈالو پھر جب انہوں نے ڈالا باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور اُن کو ڈرا دیا اور لائے بڑا جادو اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جبھی نگلنے لگا جو سانگ انہوں نے بنایا تھا۔"

امام احمد رضا کا لکھایا ہوا ترجمہ اس طرح ہے:

"بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔ کہا تمہیں ڈالو جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصاء ڈال تو ناگاہ اُن کی بناوٹوں کو نگلنے لگا"

ایک ہی زمانے میں کئے ہوئے دو ترجموں کا فرق واضح ہے۔ خاص کر پہلے ترجمے میں خط کشیدہ لفظ (اور) بے محل ہے۔ اور (باندھ دیا) نامناسب۔ اس لیے کہ نظر بندی میں نظروں یا نگاہوں کو باندھا جاتا ہے آنکھوں کو نہیں۔ آنکھوں کو پٹی وغیرہ سے باندھا جاتا ہے اور پھر کچھ نظر نہیں آتا۔ جبکہ نظریں باندھنے کے بعد کچھ کا کچھ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن علامہ فرماتے ہیں کہ "باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو"۔

آیت ۱۲۶ علامہ محمود الحسن صاحب نے ترجمہ تحریر فرمایا۔

"اے ہمارے رب دہانے کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان"

شاہ صاحب کا ترجمہ بھی یہی ہے۔ علامہ سے اس میں کوئی تصرف نہیں ہوسکا یا خود نہیں کیا۔ جب کہ "ہم کو مار مسلمان" کو بدلنا چاہیے تھا۔ یہ پرانے زمانے کی اُردو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اسلام پر ہی موت دے۔ اِس زمانے میں "موت دے" کے بجائے "مار" بولنا غیر فصیح ہے کیونکہ اب "مارنا" کا مطلب ضرب یا چوٹ پہنچانا ہوتا ہے۔ موت دینے کو جان سے مارنا بولتے ہیں۔ علامہ کے زمانے میں بھی یہی حال تھا۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھایا۔

"اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اُٹھا"

آیت ۱۳۹ علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"یہ لوگ تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں"

جب "یہ لوگ" آ گیا تو دوسرا وہ (خط کشیدہ) بھرتی کا ہوا۔ دو ۲ فاعل میں سے ایک ہی آنا چاہیے تھا اس لیے کہ یہ الگ الگ نہیں ہیں۔ شاہ صاحب کے ترجمے میں یہ غلطی نہیں تھی۔ اصلاح کے نام پر علامہ نے یہ کارنامہ انجام دیا۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں نوٹ کرایا۔

"یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کررہے ہیں نرا باطل ہے۔"
آیت ۱۵۰ علامہ محمود الحسن صاحب نے ترجمہ فرمایا۔
"اے میری ماں کے جنے لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا"
شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ یہ تھا: "اے میری ماں کے جنے لوگوں نے مجھے بودا سمجھا"
حضرت علامہ نے دو لفظ بدلے "مجھے" کو "مجھ کو" کردیا اور "بودا" کو "کمزور" سے بدل دیا مگر ماں کے "جنے"، کو علیٰ مالہ چھوڑ دیا۔ ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ شاہ صاحب کے عہد میں یہ فقرہ رواج میں رہا ہو، لیکن علامہ کے عہد میں تو رواج میں نہیں تھا۔ اس لیے اس کو بدلنا چاہیے تھا۔ افسوس کہ اسی کو علامہ نے نظر انداز کردیا۔
امام احمد رضا نے یوں ترجمہ فرمایا۔
"اے میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور سمجھا"
آیت ۱۵۵ علامہ محمود الحسن نے اس طرح ترجمہ تحریر فرمایا۔
"پھر جب اُن کو زلزلہ نے پکڑا تو بولا اے رب میرے اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ہلاک کردیتا اُن کو اور مجھ کو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا ہماری قوم کے احمقوں نے یہ سب تیری آزمائش ہے"
خط کشیدہ جملے (یہ سب تیری آزمائش ہے) کو پھر پڑھیے۔ اس سے ایک مفہوم یہ بھی نکل سکتا ہے کہ اے اللہ تجھ کو آزمایا جارہا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ شاید یہ تو کوئی نہیں کہے گا کہ علامہ نے ترجمے میں یہی مفہوم رکھا ہے لیکن عبارت کا ایسا انداز جس سے فاسد معنی بھی پیدا ہوتے ہو زبان پر عبور نہ ہونے کی دلیل ہے۔ افسوس کہ علامہ کے ترجمے میں ایسے الفاظ پہلے بھی آچکے ہیں۔ اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے ترجمے میں یہ الفاظ نہیں تھے۔ حضرت علامہ نے تصرف کیا تو فاسد معنی کا امکان بھی پیدا ہو گیا۔ شاہ صاحب کے الفاظ تھے "یہ سب تیرا آزمانا ہے"۔ ظاہر ہے کہ اس سے سوء مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔
امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا۔
"پھر جب انہیں زلزلے نے لیا موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے تُو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کردیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا"
آیت ۱۶۰ علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے۔
"اور جدا جدا کردیے ہم نے اُن کو بارہ دادوں کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں"
ترجمہ کیا ہے دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ اگر "جدا جدا کردیے" کے بجائے "جدا جدا کردیا" ہوتا تو کچھ مفہوم ہو سکتا تھا۔ پھر بھی وضاحت نہیں ہوتی۔ اس سے بہتر شاہ عبدالقادر صاحب کا تھا۔ انہوں نے لکھا تھا:۔ "اور بانٹ کر اُن کو ہم نے کیا کئی فرقے بارہ دادوں کے پوتے"
قدیم ہونے کے سبب اگرچہ ترجمے میں زبان کا حُسن نہیں ہے مگر علامہ کے ترجمے سے بہتر ہے۔ معلوم نہیں علامہ کو اس کو بدلنے کی کیوں سوجھی۔ شاید شاہ صاحب کے ترجمے کو اپنا کرنے کے لیے۔ امام

احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھایا۔

''اور ہم نے انہیں بانٹ دیا بارہ قبیلے گروہ گروہ''

سورۂ انفال

ابتدائی ۶ آیتوں کا ترجمہ بغیر کسی تبصرہ کے پیش ہے۔

آیت نمبر علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ

آیت ۱) تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا۔ سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو۔

آیت۲) ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں اُن کے دِل اور جب پڑھا جائے اُن پر اُس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے اُن کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

آیت ۳) وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے اُن کو جو روزی دی ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آیت۴) وہی ہیں سچے ایمان والے اُن کے لیے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزّت کی۔

آیت ۵) جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی۔

آیت ۶) وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں اُس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے۔

امام احمد رضا کا ترجمہ

آیت۱) اے محبوب تم سے غنیموں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیموں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

آیت۲) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اُس کی آیتیں پڑھی جائیں اُن کا ایمان ترقی پائے۔ اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

آیت ۳) وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔

آیت ۴) یہی سچے مسلمان ہیں اُن کے لیے درجے ہیں اُن کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزّت کی روزی۔

آیت۵) جس طرح اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بے شک مسلمان کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا،

آیت۶) سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی گویا وہ آنکھوں سے دیکھی موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔

سورۂ توبہ

آیت ۷ علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

''کیوں کر ہووے مشرکوں کے لیے عہد اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام کے پاس''

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا تھا۔

''کیوں کر ہووے مشرکوں کو عہد اللہ پاس اور اُس کے رسول پاس، مگر جن سے تم نے عہد کیا مسجد حرام پاس''

حضرت علامہ نے شاہ صاحب کی قدیم زبان کو چند الفاظ بدل کر سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ترجمہ عام فہم نہ ہوسکا۔

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح املا کرایا تھا،

''مشرکوں کے لیے اللہ اور اُس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیوں کر ہوگا مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس فرمایا''

آیت ۲۳ حضرت علامہ نے اس کا ترجمہ اس طرح رقم فرمایا۔

''مت پکڑو اپنے باپوں اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں اُن کی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہیں گنہگار''۔

ہوسکتا ہے ''رفیق پکڑنا'' شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے عہد کی زبان میں چلن میں رہا ہو۔ علامہ کے عہد کی زبان میں رائج ہونے کی کوئی نظیر دستیاب نہیں ہے۔ آج کل کی زبان کے لحاظ سے ذرا اس کی ابتدا دیکھیے ''مت پکڑو اپنے باپوں اور بھائیوں کو'' یہاں تک پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا کہ ایک خاندان کے لوگ آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں اور انہیں کوئی ہدایت دے رہا ہے۔ آگے بڑھیے تو رفیق کے اضافے سے بھی کوئی بات نہیں کھلتی۔ کوئی یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ رفیق کہہ کر کسی کو مخاطب کیا جارہا ہے یا یہ کسی کھیلنے والے کا نام ہے۔ یہ اسلوب اور اندازِ بیاں کی خامی ہے۔ اگر رفیق کو کوئی کسی سے خطاب یا کسی کا نام نہ بھی سمجھے تب بھی ''رفیق مت پکڑو'' کا مطلب سمجھنا ہر کسی کے لیے ممکن نہیں ہے۔

اور غور کیجیے۔ ''جو تم میں ان کی رفاقت کرے'' میں فعل اور فاعل دونوں واحد ہیں۔ اور ''سو وہی لوگ ہیں گنہگار'' میں فعل اور فاعل دونوں جمع کے صیغے میں ہیں۔ ایک جملے کے ان دونوں فقروں میں کس طرح مطابقت ممکن ہے، یہ اہم سوال ہے۔ غرض یہ کہ شاہ صاحب کے ترجمے کو اپنا بنانے کے لیے الفاظ تو بدلے لیکن ترجمے میں کوئی ترقی نہیں کرسکے۔

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا تھا۔

''اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی اُن سے دوستی کرے گا وہی ظالموں میں ہے''

آیت ۳۷ علامہ صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

''یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر''

امام احمد رضا کا ترجمہ اس طرح ہے۔

''ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں''

آیت ۴۰ علامہ محمود الحسن صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا تھا۔

''اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے''

حضرت علامہ نے معمولی سا تصرف کر کے شاہ صاحب کا ترجمہ اپنی مِلک بنا لیا۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: ''اور بات اللہ کی ہمیشہ اوپر ہے''

امام احمد رضا نے اُردو محاورے کے مطابق اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کرایا:

''اور اللہ ہی کا بول بالا ہے''

آیت ۵۰ شاہ عبدالقادر صاحب نے تو یہ ترجمہ رقم فرمایا تھا

''اور پھر کر جاویں خوشیاں کرتے''

حضرت علامہ نے ''واؤ'' کو ''ہمزہ'' سے بدل کر اس کو اس طرح اپنا مال قرار دیا۔

''اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے''

امام احمد رضا نے اُردو روز مرّہ کے مطابق یوں ترجمہ لکھایا۔

''اور خوشیاں مناتے پھر جائیں''

آیت ۶۹ علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''وہ لوگ مٹ گئے اُن کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے نقصان میں''۔

غور فرمائیے کہ فعل ''مٹ گئے'' کس سے متعلق ہے۔ ''وہ لوگ'' سے یا ''اُن کے عمل'' سے۔ جس طرح فعل کا استعمال ہوا ہے وہ کسی طرح بھی دونوں سے متعلق نہیں ہوسکتا۔ اس کو بار بار پڑھیے، غور کیجیے مگر یہ معمہ حل نہیں ہوگا۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح املا کرایا تھا۔

''اُن کے عمل اکارت گئے دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں''۔

بار بار پڑھیے اور زبان کی صفائی کی داد دیجیے۔

آیت ۷۵ علامہ محمود الحسن صاحب نے ترجمہ ارقام فرمایا۔

''ہم ضرور خیرات کریں اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں''

امام احمد رضا کا فی البدیہہ ترجمہ یہ ہے۔

''ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے''

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ دونوں ترجمے دو ہمعصروں کے ہیں؟

آیت ۷۶ حضرت علامہ ترجمے میں رقم طراز ہیں۔

''پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل سے تو اُس میں بُخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر''

شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی تقریباً یہی ترجمہ کیا تھا۔ حضرت علامہ نے صرف ایک لفظ ''تو'' کا

اضافہ کر کے شاہ صاحب کے ترجمے پر قبضہ کرلیا۔ ترجمے میں وہ ایسی چھوٹی موٹی تبدیلیاں اس لیے کرتے رہے کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ یہ ترجمہ تو شاہ عبدالقادر صاحب کا ہے۔ کسی لفظ کو ہم معنی لفظ سے بدلنا، کسی لفظ کو کم کر دینا یا کوئی لفظ بڑھا دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ عربی زبان سے ناواقف شخص بھی یہ کام کرسکتا ہے۔ شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہو کہ جناب علامہ کے اردو میں سب سے اچھے مترجم قرآن (بقول شخصے) بن جانے کا راز بھی اسی کاریگری میں مضمر ہے۔

اس ترجمے میں لفظ "ٹلاکر" پر غور کیجیے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور اس موقع پر استعمال کرنے کیلئے کوئی دوسرا لفظ کیا جناب علامہ کے پاس نہیں تھا؟ کیا وہ اُردو لغات سے بہرہ مند نہیں تھے؟

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح املا کرایا۔

"تو جب اللہ نے اپنے فضل سے دیا اُس میں بخل کرنے لگے اور منھ پھیر کر پلٹ گئے"

آیت ۷۷ جناب علامہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"پھر اُس کا اثر رکھ دیا نفاق اُن کے دلوں میں جس دن تک وہ اُس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ اُس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ۔"

اس ترجمے کے پہلے فقرے (خط کشیدہ) کا مفہوم سمجھنا کسی بھی اُردو داں کے لیے مشکل ہے اس وجہ سے ترجمہ مبہم ہوکر رہ گیا ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح بول کر لکھایا تھا۔

"تو اُس کے پیچھے اللہ نے اُن کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اُس دن تک کہ اُس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے"

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ مبہم ترجمے کے مقابلے میں کیسا واضح ترجمہ ہے یہ۔

آیت ۹۱ حضرت علامہ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

"نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ اُن لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جبکہ دل سے صاف ہوں اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ نہیں ہے نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ"

ابتدائی فقرہ یوں ہونا چاہیے تھا "نہیں ہے کچھ گناہ" لیکن اس کو دو ٹکڑوں میں بانٹ کر دونوں ٹکڑوں کے درمیان اٹھارہ' انیس الفاظ اور ٹھونس دیے اور ترجمے کو ناقابلِ فہم بنادیا۔ ناقابلِ فہم ہوتا تب بھی ایسی بات نہ ہوتی۔ موجودہ حالت میں تو کوئی شخص اس ترجمے کے ان الفاظ کو بھی ایک جملہ یا فقرہ خیال کرسکتا ہے۔ "جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ"

گویا گناہ بھی خرچ کیے جاتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں اس سے ۶ رسال پہلے حضرت صدرالشریعہ کو بول کر لکھائے گئے امام احمد رضا کے اس مختصر مگر جامع اور پُر مغز ترجمے کو ملاحظہ فرمائیے اور مترجم کی لیاقت کی داد دیجیے۔

"ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ اُن پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو، جبکہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں"۔

آیت ۹۳ علامہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"راہ الزام کی تو اُن پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے"

"الزام کی راہ" نظر میں رکھیے اور کنزالایمان میں درج یہ فی البدیہہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"مواخذہ تو اُن سے ہے جو تم سے رخصت مانگتے ہیں"

آیت ۹۸ علامہ محمود الحسن صاحب کی گل افشانی تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

"بعضے گنوار ایسے ہیں کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں تم پر زمانے کی گردشوں کا انہیں پر آئے گردش بُری"

ترجمہ واضح نہیں ہے۔ ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا۔

"کچھ گنوار ایسے ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں اُسے تاوان سمجھیں اور تم پر گروش آنے کے انتظار میں رہیں اُنہیں پر ہے بُری گروش"

آیت ۱۲۲ علامہ محمود الحسن صاحب نے اس طرح ترجمہ رقم فرمایا۔

"اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے اُن کا ایک حصّہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں"

بعض الفاظ کی وجہ سے ہر شخص اس ترجمے کو نہیں سمجھ سکتا۔ امام احمد رضا نے اس طرح واضح ترجمہ فرمایا۔

"اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ اُن کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔"

ان تین سورتوں کے ترجمے میں حضرت علامہ نے کہیں بھی اپنے پسندیدہ فعل متعدی المتعدی کا استعمال نہیں کیا۔ فقیر کو اس پر سخت حیرت ہوئی۔ لیکن جب علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کے تفسیری حاشیے پر ایک جگہ نظر پڑی تو یہ عبارت نظر آئی۔

"منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا"

(حاشیہ متعلق سورۂ توبہ آیت ۷۹)

"دکھلاوے" لکھ کر اُستاد کے کلام میں جو کسر رہ گئی تھی وہ شاگرد نے پوری کردی اور ایسی پوری کی کہ شاید و باید۔ یہ لکھا جا چکا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت علامہ محمود الحسن صاحب سے ۶ برس پہلے ترجمہ لکھا چکے تھے۔ اگر بعد میں کرتے تو شاید کوئی یہ بھی کہہ دیتا کہ اُنہوں نے حضرت علامہ کے ترجمے سے فائدہ اُٹھایا ہے اور اُس میں جو ابہام رہ گیا تھا اُس کی وضاحت کردی۔

(باقی آئندہ ۔ انشاء اللہ)

از: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صدر شعبۂ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد، دہلی

مولانا احمد رضا قادری کی عربی نعتیہ شاعری

ذکرِ حق کے بعد ذکرِ رسول مقبول ﷺ افضل ترین عبادت ہے۔ اور اس عبادت میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ورفعنالک ذکرک ......(۱) خود اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو زندہ اور تابندہ رکھنے کی ضمانت دی ہے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایها الذین آمنو ا صلو علیه و سلمو تسلیما...... (۲) کے ذریعہ خود اپنے فرشتوں کو ساتھ لے کر تمام مومنین کو بھی نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اگر آپ اس آیتِ مبارکہ کا گہرائی سے جائزہ لیں تو "یصلون" جو حال اور مستقبل کے صیغے پر مشتمل ہے یہ مطلب واضح کرتا ہے کہ بغیر کسی زمان و مکان کی قید کے نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا مبارک سلسلہ پیہم جاری ہے۔ بعض علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ قرآن کے تیس پارے رسول مقبول ﷺ کی مکمل نعت میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندگانِ الٰہی نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں لب کشائی کو اپنے لیے ذریعۂ نجات سمجھا اور نثر و نظم میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور بلاشبہ نعت نگاری کا یہ مبارک سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ دنیا کا کوئی ایسا مذہبی اور غیر مذہبی رہنما نہیں جس کی مدح سرائی سرکارِ دوعالم ﷺ سے زیادہ کی گئی ہو۔

اسلام دین فطرت ہے وہ انسانی جذبوں کی قدر کرتا ہے اسی لیے شاعر کی ذہنی صلاحیت کو صرف تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان شعراء کی ادبی و فکری صلاحیتوں کی پذیرائی کی ہے اور برملا اس نے حقیقت کا اعتراف بھی کیا۔

ان من البیان سحراً و ان من الشعر حکما......(۳)

(بے شک بیان میں جادو ہے اور بعض شعر میں حکمتیں ہیں)

اسی حکمت و دانائی کی باتیں کرنے کی وجہ سے شاعر کو شاعر کہا گیا ہے کیوں کہ شاعر ایسے اچھوتے خیالات اور نادر افکار کو الفاظ کے پیکر میں ڈھال کر پیش کرتا ہے جس کا غیر شاعر تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بقول ابن رشیق قیروانی

وسمی الشاعر شاعراً لانه یشعر بما لا یشعر له غیره......(۴) شاعر کو اسی ذہنی بالیدگی اور دقت معرفت کی وجہ سے شاعر کہا گیا۔

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بسا اوقات شعرا جذبات کی روانی میں بہہ کر اول فول بکنے لگتے ہیں جس کی اسلام قطعی طور پر اجازت نہیں دیتا اور نہ مہذب معاشرہ ہی ایسے شعرا کو قبول کرتا

ہے۔اس لئے وہ فیصلہ جسے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا لائق صد تحسین ہی نہیں بلکہ واجب العمل بھی ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میری موجودگی میں ایک مرتبہ سرور دو عالم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں شعر کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ھو کلام فحسنه حسن و قبیحه قبیح......(۵) وہ ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو اچھا اور برا ہے تو برا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے اچھے اشعار کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ سنا بھی ہے اور پسند بھی فرمایا ہے اور یہی نہیں بلکہ بارگاہ رب العزت میں شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے اشعار کی حضرت روح الامین جبرئیل علیہ السلام سے موئید کرنے کی دعا بھی فرمائی ہے۔

ہر شاعر نے اپنے اپنے انداز میں اپنے محبوب کی مدح سرائی کی ہے کسی نے روئے جاناں کو مہر درخشاں، زلف و کاکل کو شب دیجور اور گھٹا، ہونٹ کو لعل بدخشاں، چشم و ابرو کو محراب کعبہ اور نہ جانے شاعرانہ تخیل میں کیا کیا کہا۔اور استعارات کے ذریعہ اپنے محبوب کی پیکر تراشی کا یہ حسین اور زریں سلسلہ بڑی شد ومد کے ساتھ اب بھی جاری ہے۔مگر قابل مبارک باد ہیں وہ شعراء جو اپنی شاعری سے صرف اپنے ماحول کی عکاسی ہی نہیں کرتے بلکہ فکر کی طہارت، تصور کی نظافت، جذبات کی صداقت اور خیال کی پاکیزگی کے دوش پر سوار ہو کر محبوب خدا علیہ التحیہ والثناء کی شان میں رطب اللسان ہوتے ہیں اور اس عملِ خیر کے باعث وہ حضرات بارگاہ الٰہی کے مقرب بندے بن جاتے ہیں۔ختمی مرتبت سرکار دو عالم ﷺ جن کی شان ''بعد خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کے مصداق ہو اُن کی مدحت سرائی کو اپنی مغفرت کا ذریعہ بنایا ہو اور اس کے باعث عاقبت بخیر ہونے کی التجا کی ہو۔یہ وہی لوگ ہیں جنھیں توفیق الٰہی حاصل ہوئی۔ایسے ہندوستانی شعرا جنھوں نے عربی زبان و ادب میں نعت نگاری کر کے اپنی عقیدت کا خراج پیش کیا کم ہی ہیں۔مگر جو لوگ ہیں ان میں عہدِ تیمور کے بلند پایا ادیب احمر تھانیسری (م ۸۲۰ھ) جلیل القدر عالم و بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)، حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) حضرت مولانا عبد النبی الشامی اور حضرت حبیب الرحمان عثمانی (م ۱۹۲۹ء) کے علاوہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور بیسوی صدی کے مشہور عالم دین مولانا شاہ امام احمد رضا قادری کے اسماء بطور خاص قابل ذکر ہیں۔موخر الذکر شاعر کے یہاں تو سرکار دو عالم ﷺ کا وصف عشق ومحبت کے پیکر میں ایسے والہانہ انداز میں ملتا ہے جس کا اظہار لفظوں میں نہیں کیا جاسکتا۔مختصر لفظوں میں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ان کا دل حبّ الٰہی کا کعبہ اور محبت رسول کا ایسا مدینہ تھا جس میں عظمتِ صحابہ، الفت اولیاء اور امت مسلمہ کی صلاح وفلاح سے متعلق پاکیزہ افکار ہمیشہ سرگرم طواف رہتے تھے۔انھوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے فن نعت گوئی میں جو اشعار ملتے ہیں وہ عشق رسالت مآب ﷺ کی واقعی آئینہ دار ہیں۔بارگاہ نبوت میں پیش کیا جانے والا سلام:

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام......(۶)

جسے مولانا احمد رضا نے لکھا ہے پورے عالم اسلام میں بڑے ہی والہانہ انداز میں مجالس اور اکثر

مساجد میں بعد نماز جمعہ اجتماعی طور بھی پڑھا جاتا ہے۔

کسی مخصوص زبان میں نعت کہنے والوں کی ایک لمبی فہرست کتبِ سوانح میں مل جاتی ہے مگر ایسی نعت جس میں کئی زبان استعمال کی گئی ہو اور قواعدِ شعری کے ساتھ غنائیت سے بھی بھرپور ہو اس کی مثال واضح طور پر صرف اور صرف مولانا احمد رضا خاں کے یہاں ہی پائی جاتی ہے۔ ان کی مشہور زمانہ چہار لسانی نعت:

لم یات نظیرک فی نظر، مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کا تاج تورے سر سو ہے، تجھ کو شہ دوسرا جانا۔(۶)

ہندو پاک کے طول و عرض میں انتہائی والہانہ جذبہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ ان کی عظمت شاعری کے اپنے اور بیگانے سبھی دل سے معترف ہیں۔ افتخار اعظمی باوجود اختلاف مسلک کے احمد رضا کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ان کا نعتیہ کلام اس پائے کا ہے کہ انھیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گوشعراء میں جگہ دی جانی چاہیے۔"......(۷)

ان کے مشہور زمانہ سلام کا عربی شاعری میں ترجمہ ہوکر انتہائی اہتمام کے ساتھ الدار الثقافیہ قاہرہ سے ۱۹۹۹ء "المنظومة السلامية فی مدح خیر البریة" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمہ کی سعادت شعبۂ زبان و ادب جامعہ ازہر کے استاذ دکتور حازم محمد احمد محفوظ کو حاصل ہوئی ہے ان کے ان عربی اشعار کی تشریح اور اس پر ایک وقیع مقدمہ دکتور حسین نجیب مصری نے لکھا ہے جن کے نوکِ قلم سے مولانا احمد رضا خاں کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا عربی ترجمہ طباعت کے مراحل سے گزر کر مستقبل قریب میں منظر عام پر آنے والا ہے۔ ذیل میں اس سلام کے منظوم عربی کے چند بند نقل کیے جارہے ہیں۔

سلام علی صفوة الانبیاء نبی الهدیٰ رحمة للسماء

علیه الصلوٰة علیه السلام

سلام بنیر علیٰ بدره ونفع عطواً علی زهره

علیه الصلوٰة علیه السلام

سلام علی من سری فی الظلام له فی الجنان رفیع المقام

علیه الصلوٰة علیه السلام

صلاة علیٰ من له عرش زان ومن طیب الارض کالمسک کان

علیه الصلوٰة علیه السلام ......(۸)

اس طرح مولانا احمد رضا خاں کے نعتیہ سلام کے ۱۷۱ اشعار کو بڑی خوش اسلوبی سے دکتور حازم محفوظ نے عربی زبان و ادب کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اس نعتیہ سلام کو بعد نماز جمعہ اہتمام کے ساتھ پڑھنے کے پیچھے شاید یہ حدیث مبارک کارفرما ہے جو حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ

فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔

"جمعہ سب سے افضل دن ہے مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اس دن کا درود و سلام بطور خاص مجھ تک پہونچایا جاتا ہے صحابہ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" ......(۹) (بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو گلائے۔)

نعت و سلام کی فضیلت کیا ہے ان تمام تفصیلات سے قطع نظر مولانا احمد رضا قادری کی عربی شاعری میں جو عظمت تھی اسے بھی منظر عام لانے کی ضرورت ہے۔ مولانا موصوف خالصتاً شاعر نہیں تھے بلکہ وہ ایک مستند عالمِ دین تھے مذہب حق کی نشر و اشاعت ان کی زندگی کا اولین مقصد تھا لیکن اس ہمہ جہت مصروفیت کے باوجود بقول ڈاکٹر حامد علی خاں:

"علامہ رضا عشقِ رسول میں مستغرق و سرشار تھے لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ آپ نے فخرِ موجودات سرورِ کائنات ﷺ کی نعت اور خداوندِ عالم کی حمد و ثنا میں وارداتِ قلبی کو نظم کا جامہ نہ پہنایا ہو" ......(۱۰)

سطور بالا کی روشنی میں اگر رضا بریلوی کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو برملا اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ان کی نعتیہ شاعری عشق و محبت اور سوز و گداز کا ایسا الاؤ ہے جہاں عقل و خرد کے غرور کی ساری زنجیریں سوزِ محبت کی آنچ سے پگھلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اسی لیے جامعہ ازہر کے سابق عمید کلیۃ الآداب اور رابطہ الادب الحدیث کے صدر نشین استاذ عبد المنعم خفاجی اپنے ایک مقالہ میں ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے عربی و فارسی میں ان کی مہارت کو یکساں طور پر تسلیم کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی شاعری کا بیشتر حصہ نعتِ رسول مقبول ﷺ سے متعلق ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"کان شاعراً محلقاً ینظم الشعر بالاردیة والفارسیة والعربیة ببلاغة و تمیز والکثیر من شعرہ فی مدح رسول اللّٰہ ﷺ وفی التصوف"...... (۱۱)

تعصب کی عینک اتار کر جس نے بھی ان کی شاعری اور صرف شاعری ہی کیا جس فن میں بھی ان کی نگارشات کا کھلے ذہن سے مطالعہ کیا اس میں انہیں محاسن نظر آئے یہی وجہ ہے کہ اربابِ علم و دانش کا ایک طبقہ بڑی تیزی سے ان کی شخصیت اور علمی کمالات کی تحقیق اور ریسرچ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ برصغیر کی عصری جامعات کے علاوہ اب عرب جامعات میں ان پر بحث و تمحیص کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ابھی حال ہی میں شیخ رزق مرسی ابو العباس استاذ قسم اللغة العربیہ جامعہ ازہر کی زیر نگرانی ایک طالب علم نے ایم۔فل کا مقالہ جمع کیا ہے، جس کا عنوان ہے۔

"الشیخ احمد رضا خاں البریلوی شاعراً عربیاً"

اس مقالہ میں مقالہ نگار نے واضح طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عربی زبان میں نعتیہ شاعری جس شیریں لب و لہجہ اور پسندیدہ اسلوب میں مولانا احمد رضا خاں نے لکھی ہے اس کی مثال

دوسرے عجمی شعرا جنھوں نے عربی میں نعتیں لکھی ہیں نہیں پائی جاتیں' وہ لکھتے ہیں۔

انه کتب الشعر باسلوب عربی عزب لا مثیل له عندادباء العربیة من شعراء العجم (۱۲)

مقالہ نگار کے علاوہ اس مقالہ کے نگراں شیخ رزق مرسی نے بھی ان کی شاعرانہ عظمت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' لب ولہجہ کی متانت، زبان وبیان کی چاشنی، جذبہ کی فراوانی، احساس کی ندرت سے ان کی شاعری پوری طرح مملو ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں ہمارے اجداد کے ورثہ کی بھر پور نمائندگی کی ہے اور قدیم شعرا کی روش سے سرِ مو انحراف نہیں کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

''انه احمد رضا خاں شاعراً محیر العقول مکتمل والعاطفة جیاشة والاحساس عین فوارة ولسانه طیع الفاظه ثاتیه مستملحة غیر مستکرهة فی اغلب الاحیان متمسک غایة التمسک بتراث اجدادنا العرب مقتف اثرمن سلف من الشعراء ''...... (۱۳)

پروفیسر محمد رجب بیومی جو مصر کی ادبی حلقوں کی مشہور شخصیت ہیں ان کی قلمی نگارشات اکثر الازہر اورہفت روزہ ''صورت الازہر'' میں شائع ہوتے رہتی ہیں، منصورہ نامی شہر میں قائم الازہر یونیورسٹی کی برانچ ''کلیة اللغة العربیة'' کے سابق ڈین بھی رہ چکے ہیں۔ انہوں نے جامعہ ازہر میں مولانا احمد رضا پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالہ کو مطالعہ کرنے کے بعد فرطِ مسرت سے فرمایا۔

''اس (مقالہ نگار) نے اہلِ عرب کو ایسے ورثہ پر مطلع کیا ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔''...... (۱۴)

اسی طرح کئی ایک مصری ادبا اور اربابِ علم و دانش نے مولانا احمد رضا خاں کی عربی شاعری اور نعتیہ قصائد پر کتب و جرائد میں اپنے زرّیں خیال کا اظہار کیا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق مولانا موصوف کے عربی اشعار متعدد کتابوں میں چار سو کی تعداد میں پائے جاتے ہیں جس کا بیشتر حصہ حمدِ خدا اور مدحِ رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان کی عربی نعت نگاری کے تعلق سے کچھ اشعار دیئے جارہے ہیں تاکہ نثر نگاری کے علاوہ ان کی شاعری میں بھی عظمتِ توحید و رسالت کا بھر پور اندازہ لگایا جاسکے۔

الحمد للمتتوحد	بجل اله المتفرد
وصلوته دوما علیٰ	خیرالانام محمد
والآل والا صحاب هم	ماوای عند الشدائد
وبمن اتی بکلامه	وبمن هدیٰ وبمن هدی
وبطیبة وبمن حوت	وبمنبر و بمسجد
وبکل من وجد الرضا	من عند رب واحد

ترجمہ: ۱۔ خدائے یکتا کی حمد وثنا ہے۔ وہ اپنے جلال میں یکہ و یگانہ ہے۔

۲۔ تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان سرکار دو عالم ﷺ پر خدا کی رحمت ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔

۳۔ اور ان کے آل واصحاب پر جو مصائب کے وقت بہترین پناہ گاہ ہیں۔

۴۔ بارگاہ الٰہی میں وہ میرا وسیلہ ہیں جو اللہ کے کلام کو لائے جنھوں نے راہِ راست کی طرف رہنمائی کی اور جن کے ذریعہ مخلوق کو ہدایت ملی۔

۵۔ میں مدینہ طیبہ، مہاجرین وانصار، منبرِ سرکار ابد قرار اور مسجدِ نبوی ﷺ کے وسیلے سے اللہ کے تقرب کا طالب ہوں۔

۶۔ رضا ہر ایسے برگزیدہ انسان سے متوسل ہے جو اپنے پروردگار کی جانب خوشنودی حاصل کر چکا ہے۔

جو شخص تمام عمر سرکار دو عالم ﷺ کے دامنِ کرم سے وابستہ رہا اور ان کے کردار وعمل کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے رہا بلاشبہ اسی کیلئے دارین کی سعادتیں ہیں۔ اپنی اسی خواہش کا اظہار مولانا احمد رضا نے درج ذیل اشعار میں کیا ہے۔

رسول الله انت المستجار	فلا اخشی الا عادی کیف جاروا
بفضلک ان ترجیٰ عن قریبٍ	تمزق کید هم والقوم باروا

ترجمہ: ۱۔ اللہ کے رسول آپ پناہ گاہ ہیں۔ لہٰذا میں دشمنوں سے ذرا بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم وستم ڈھائیں۔

۲۔ آپ کے لطف وکرم سے مجھے امید ہے کہ آپ جلدی ہی دشمنوں کے مکر وفریب کے دام کو چاک کر دیں گے اور دشمنوں کا گروہ ہلاک ہو جائے گا۔

مولانا احمد رضا خاں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ہی کو سب سے اہم سہارا قرار دیا، انہیں سے امداد اور اعانت کی درخواست کی ہے۔

رسول الله انت بعثت فينا	كريماً رحمةً حصناً حصينا
تخوفنى العدى كيداً متيناً	اجرنى يا امان الخائفينا
وكل خيرمن عطاء المصطفىٰ	صلى عليه الله مع من يصطفىٰ
الله يعطى والحبيب قاسم	صلى عليه القادة الاكارم
مانال خير من سواه نائل	كل اول ايوجى بغير نائل
منه الرجامنه العطامنه المدر	فى الدين والدنياو الاخرى للابد

ترجمہ: ۱۔ اے اللہ کے رسول آپ ہم میں کریم ورحیم اور حصن حصین بنا کر مبعوث کیے گئے۔

۲۔ اے خوفزدہ اشخاص کے مجسم امن وامان! دشمن اپنے مکر وفریب سے مجھے خائف بنا رہے ہیں اس لیے آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمائیے۔

۳۔ ہر قسم کی نعمت وبھلائی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ دیگر

منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت نازل فرمائے۔

۴۔ خدا عطا کرتا ہے اور حبیب خدا تقسیم فرماتے ہیں اقوام کے معزز اور مکرم سردار آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

۵۔ جسے جو ملا ہے وہ صرف آپ ہی کے واسطے سے ملا ہے یہ امر بالکل یقینی ہے کہ سید کونین ﷺ کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

۶۔ آپ سے ہی امید ہے اور آپ ہی کی طرف سے جود و عطا ہے اور دین و دنیا اور آخرت کی زندگی میں آپ ہی سے مدد کا طالب ہوں۔

وہ لوگ جو خدا سے غافل اور اس کی عظمت سے بے خبر ہیں۔ دنیا کے شرپسندوں کے چنگل میں پھنس کر انہیں کی روٹیوں کے ٹکڑوں کے ہمیشہ دست نگر رہتے ہیں انہیں متنبہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا لکھتے ہیں۔

''دور ہے اور وہ عافیت ہے۔''

..........❀❀❀..........

مراجع :

۱۔ سورۃ الشرح آیت ۴

۲۔ الاحزاب آیت ۵۶

۳۔ سنن ابی داؤد شریف جلد ۲ ص ۶۸۴

۴۔ العمدہ: ابن رشیق القیروانی الجزالاول ص ۹

۵۔ مشکوۃ المصابح (کتاب الآداب) الفصل الثالث ص ۴۱۰

۶۔ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۳۶ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۷ء

۷۔ حدائق بخشش حصہ اول ص ۲۱

۸۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۰ ص ۲۸۱ پنجاب یونیورسٹی لاہور

۹۔ المنظومۃ السلامیۃ دکتور حازم محفوظ ص ۱۰۹ مطبوعہ الدار الثقافیۃ للنشر قاہرہ ۱۹۹۹ء

۱۰۔ انوار رضا لاہور ص ۵۳۳

۱۱۔ الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا دکتور حازم محفوظ مطبوعہ قاہرہ

۱۲۔ الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا ص ۵۰ ۱۳۔ الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا ص ۶۱

۱۴۔ ماہنامہ معارف رضا کراچی ص ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء

۱۵۔ بساتین الغفران حازم محفوظ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۵۸، ۵۹

امام احمد رضا کا تقویٰ[1]

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی - پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

امام احمد رضا کی پوری زندگی شریعتِ مصطفیٰ اور سنتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی پابندی سے آراستہ ہے۔ ان کے تقویٰ کی شان بڑی بلند و بالا ہے۔ چند واقعات پیش کرتا ہوں، جن سے اندازہ ہوگا کہ وہ تقویٰ ہی نہیں، بلکہ وَرَع کی منزلِ بلند پر فائز تھے اور ''اِنْ اَوْلِیَا ؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ'' کے مطابق متقی کامل اور ولی عارف تھے۔

(۱) امام احمد رضا کی زندگی کا آخری رمضان ۱۳۳۹ھ میں تھا اس وقت ایک تو بریلی میں سخت گرمی تھی، دوسرے عمر مبارک کا آخری حصہ اور ضعف و مرض کی شدت۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ شیخ فانی روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دے اور ناتواں مریض کو اجازت دیتی ہے کہ قضا کرے، لیکن امام احمد رضا کا فتویٰ اپنے لیے کچھ اور ہی تھا، جو درحقیقت فتویٰ نہیں تقویٰ تھا۔ انھوں نے فرمایا، بریلی میں شدتِ گرما کے سبب میرے لیے روزہ رکھنا ممکن نہیں، لیکن پہاڑ پر ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہاں سے نینی تال قریب ہے بھوالی پہاڑ پر روزہ رکھا جاسکتا ہے، میں وہاں جانے پر قادر ہوں، لہٰذا میرے اوپر وہاں جا کر روزہ رکھنا فرض ہے، چنانچہ رمضان وہیں گزارے اور پورے روزے رکھے۔

(۲) ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے مرض مہینوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں نماز پڑھ لے، مگر امام احمد رضا جماعت کی پابندی کرتے اور چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد پہونچاتے، جب تک اس طرح حاضری کی قدرت تھی، جماعت میں شریک ہوتے رہے۔

(۳) میں نے ''جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور'' کے حاشیہ میں اپنے استاذ محترم حضور حافظِ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ (۱۳۱۲ھ۔۱۳۹۶ھ) کی روایت سے لکھا ہے:۔

''ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا، جماعت کا وقت ہوگیا، طبیعت پریشان، ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضرِ مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ آج صحت و طاقت و تمام تر سہولت کے باوجود ترکِ نماز اور ترکِ جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درسِ عبرت ہے۔

(۴) ایک بار امام احمد رضا قدس سرہ اپنے علاقۂ زمینداری میں سکونت پذیر تھے۔ دردِ قولنج کے سخت دورے ہوا کرتے تھے۔ ایک دن تنہا تھے فرماتے ہیں ظہر کے وقت درد شروع ہوا، اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا۔ اب نماز کو کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ ربّ عزوجل سے دعا کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی، مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سنتا ہے، میں نے سنتوں کی نیت باندھی، درد بالکل نہ تھا، سلام

پھیرا اسی شدت سے تھا، فوراً اٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی، درد جاتا رہا۔ جب سلام پھیرا، وہی حالت تھی۔ بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف اور سلام کے بعد پھر بدستور، میں نے کہا اب عصر تک ہوتا رہ۔ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ خواہ یہ کہیے کہ حالتِ نماز میں درد یکسر اُٹھا لیا جاتا تھا، یا یہ کہیے کہ توجہ الی اللہ اور استغراق عبادت کے باعث درد کا احساس نہ ہوتا تھا۔ بہر صورت امام احمد رضا کی مقبولیتِ بارگاہ اور ذوقِ عرفان کی دلیل کافی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دن بھر علمی مشاغل اور تدوین فقہ وغیرہ میں مصروف رہتے، رات کو نوافل و عبادت بھی بجالاتے، مگر رات کے کچھ حصے میں آرام بھی کرتے۔ ایک بار کہیں جارہے تھے انھیں دیکھکر کسی نے کہا، یہ وہ ہیں جو رات بھر عبادت کرتے ہیں، اس وقت سے پوری رات عبادت اور شب بیداری اختیار کرلی۔

(۵) اسی طرح کسی نے امام احمد رضا قدس سرہ کے پاس خط لکھا تو اس میں دیگر القاب و آداب کے ساتھ "حافظ" بھی لکھ دیا۔ اس وقت امام احمد رضا باضابطہ حافظِ قرآن نہ تھے، اگر چہ قریباً تمام ہی آیاتِ کریمہ حضرت کے زبان وقلم پر رہا کرتی تھیں اور حسبِ ضرورت ان سے استدلال واستنباط بھی کرتے۔ شیرِ بیشہ اہلسنّت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ ۲۹ رشعبان ۱۳۳۷ھ کا اپنا عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خط میں اعلیٰ حضرت اپنے القاب کے ساتھ "حافظ" ملاحظہ فرما کر آبدیدہ ہوگئے، خوفِ خدا سے دل کانپ اٹھا اور فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے بارے میں قرآن عظیم فرماتا ہے، يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا (وہ اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسی خوبیاں بیان کی جائیں جو ان میں نہیں) اس واقعہ کے بعد آپ نے قرآن حفظ کرنے کا عزم صمیم کرلیا۔

روزانہ عشاء کا وضو فرمانے کے بعد جماعت ہونے سے قبل بس اس طرح یاد کرتے کہ کوئی ایک پارہ یا زیادہ آپ کو سنا دیتا، پھر آپ سنا دیتے۔ ۲۹ رشعبان کے بعد سے شروع کیا اور ۲۷ ررمضان تک پورا قرآن حفظ کرلیا اور تراویح میں بھی سنا دیا۔

یہ واقعہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے۔ اُن کا محرک بھی یہی تھا کہ کسی نے کہہ دیا پوری رات عبادت کرتے ہیں یہاں بھی یہ کہ کسی نے حافظ لکھ دیا جبکہ باضابطہ حافظِ قرآن نہ تھے خوفِ خدا ہو تو ایسی مشکل چیزیں مشکل نہیں رہ جاتیں اور قلب ایسا آمادہ ہوتا ہے کہ کر ہی کے دم لیتا ہے۔

تقویٰ کا اجمالی منظر: اس طرح کے بہت سے واقعات امام احمد رضا کی زندگی سے وابستہ ہیں، جن میں ان کا عرفان، خوفِ خدا اور پرہیزگاری و تقویٰ کا حسن و جمال صاف نظر آتا ہے۔ میں اجمالاً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں، مختلف اصناف تقویٰ کے جلوے نظر آئیں گے۔ تقسیم و تنویع سے صرفِ نظر کرتے ہوئے سبھی کو تقویٰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حقوق العباد کی اہمیت کو امام احمد رضا کا قلب صافی خوب محسوس کرتا، اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔ "اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد" وصال سے کچھ دنوں پہلے کا چشم دید واقعہ مولانا جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد اپنے ضعف و مرض کی حالت میں درد و اثر سے بھری ہوئی آواز

میں چند وداعی کلمات کچھ اس طرح کہے: ''میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہونچا دو اور میں نے کسی کا قصور کیا ہے تو میں اس سے بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں، مجھے خدا کے لیے معاف کر دو، یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو۔''

وصایا میں بھی وصال سے چند ماہ قبل کے ایک اجلاس اور خطاب کا ذکر ہے جس کے آخر میں فرمایا گیا۔

''آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہلِ سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگذاشت ہوئی ہے وہ سب معاف کر دیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات موجود نہیں ان سے معافی کرالیں۔''

(۲) گھر میں فوٹو اور تصویر ہرگز برداشت نہ کرتے۔ وقتِ وصال روپیہ پیسے بھی نکلوا دیئے کہ ملائکہ رحمت کی تشریف آوری میں کسی طرح کا شبہہ بھی نہ رہ جائے۔

(۳) تواضع اور انکساری کی یہ حالت تھی کہ ایک بار پیلی بھیت آتے وقت ٹرین میں تاخیر تھی تو اسٹیشن پر آرام کرسی بیٹھنے کو دی گئی۔ فرمایا یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ تشریف رکھا مگر پشت نہ لگائی اور وظائف میں مشغول رہے۔ کسی صاحب کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ایک مسلمان حجام کے برابر بیٹھنا پڑا تو آئندہ انھوں نے آنا ہی ترک کر دیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا، میں بھی ایسے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

(۴) اطاعت والدین میں بھی ان کی مثال پیش کرنی مشکل ہے۔ والد گرامی کے وصال کے بعد اپنی پوری باگ ڈور والدہ ماجدہ قدس سرّہا کے ہاتھ میں دے رکھی تھی۔ بے اذن حج نفل بھی گوارا نہ کیا۔ جو کچھ رقوم ہوتیں سب والدہ کی خدمت میں حاضر کر دیتے۔ ان کی اجازت کے بغیر کتابیں بھی نہ خریدتے۔

(۵) علمائے اسلام کی توقیر و تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیتے۔ علامہ شامی محقق علی الاطلاق جیسے اکابر کی باتوں پر کلام کرتے ہیں، مگر ادب اور تواضع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جبکہ آج اکابر پر اس طرح حرف گیری کی جاتی ہے کہ وہ طفلِ مکتب معلوم ہوں۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جنھیں امام احمد رضا کے علوم کا پچاسواں حصہ بھی نصیب نہیں۔ ایک جگہ ردالمحتار میں علامہ شامی نے فرمایا اس اعتراض کا حل ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اعلیٰ حضرت نے جدالممتار میں اس پر لکھا ''وظهر لنا ببركة خدمة كلماتكم' آپ کے کلمات کی خدمت کی برکت سے ہمیں سمجھ میں آگیا الخ۔ شانِ علماء کا ذکر فرماتے ہوئے قصیدہ میں لکھا ہے:۔

اِذَا حَلُّوْا تَحَضَّرَتِ الْبَرَادِی   اِذَا رَاحُوْا فَصَارا لمصر بيدا

یہ حضرات جب کہیں فروکش ہوں تو بادیے شہر بن جائیں اور جب رخصت ہوں تو شہر جنگل بن جائیں

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے عرض کیا، یہ تو شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا حقیقت ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب تشریف فرما ہوتے تو پورے شہر میں چہل پہل نظر آتی، عجب کیف و سرور کا سماں

ہوتا، واپس چلے جاتے تو معلوم ہوتا کہ ویرانی چھا گئی حالانکہ ان کے سوا بھی موجود ہوتے۔

(۶) حق گوئی اور صلابتِ دینی کی مثالیں ایک سے ایک ہیں۔ مولانا فضلِ رسول بدایونی قدس سرہ کے عرس میں ایک بار شرکت فرمائی۔ مولوی سراج الدین آنولوی کوئی میلاد خواں واعظ تھے۔ انھوں نے دورانِ تقریر یہ کہا کہ "پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے" چونکہ اس میں حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا، یہ سن کر اعلیٰ حضرت کا چہرہ متغیر ہوگیا اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا، آپ اجازت دیں تو ان کو منبر سے اتار دوں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا کہ ایسے بے علم لوگوں کو مولانا امام احمد رضا کے سامنے میلاد پڑھنے نہ بٹھایا کیجیے، جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا، انھیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں وعظوں میں جانا چھوڑ دیا اور حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں، جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔

(۷) خدمتِ دینی پر اپنوں کی مدح اور غیروں کی قدح انسان کو عُجب و کبر یا نفسانی غصہ و انتقام میں مبتلا کردیا کرتے ہیں۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں "بخدا میں نہ ان اکابر علماء و اولیاء کی مدح پر اتراتا ہوں نہ ان دشمنانِ خدا و رسول کی گالیوں سے غصہ میں آتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز کو اس قابل بنایا کہ اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ناموس کی حفاظت میں گالیاں سُنے۔ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے ہیں اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں۔ ان کی ساری زندگی کا نقشہ یہ ہے۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن　　　　نہ مرا گوش بہ مدحے نہ مرا ہوش ذمے

ان کے اخلاق و عادات اور اتباعِ شرع کا بیان کہاں تک ہو۔ ایک عینی شاہد مولانا سید ابو سلمان محمد عبدالمنان قادری جو ابتداءً اعلیٰحضرت کے مخالف تھے، انھوں نے یہ تحریری بیان دیا کہ اعلیٰ حضرت:۔

"اخلاق نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے تمام و کمال فقیر پر یہ ثابت کردیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں وہ کم ہیں۔"

(۸) احتیاط فی القول کا یہ حال تھا کہ کسی حل یا جواب میں ذرا بھی خامی و غلطی ہوتی تو اُسے صحیح کہنے سے پرہیز کرتے۔ سید ایوب علی صاحب نے رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقاتِ نمازِ پنجگانہ کا نقشہ بنا کر بھیجا، دس پندرہ منٹ کے بعد اصلاح کے ساتھ واپس آیا، جہاں جہاں بھی خامی تھی اس پر غلط کا نشان اور جو صحیح تھا اس پر صحیح کا نشان بنا دیا گیا تھا۔ ایک خانہ میں بجائے صحیح کے "خیر" لکھا تھا، غور کیا تو سیکنڈ کے ہزارویں حصے کی غلطی تھی جس سے اوقات پر کوئی اثر نہیں آتا تھا مگر غلطی بہرحال غلطی ہے اس لئے صحیح کا نشان نہ دیا بلکہ "خیر" لکھا تھا۔

(۹) پہلی بعیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمہ سے ملنے محدث سورتی کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ احکامِ شرع پر کمال غیرت کے باعث اعلیٰ حضرت بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لائے۔ کوئی دوسرا ہوتا تو بگڑ جاتا مگر شاہ صاحب کی بے نفسی وحق پسندی کا کمال اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو اسٹیشن تک پہونچانے تشریف لائے اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کے ساتھ کہا، مولانا اب آئندہ میں عورتوں کو پسِ پردہ بٹھا کر بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔

(۱۰) مسجد میں وضو کا مستعمل پانی گرانا جائز نہیں خواہ وہی پانی ہو جو اعضاء پر لگا رہ جاتا ہے۔ ایک بار سخت سردی میں شدید بارش ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت معتکف تھے، باہر وضو کی صورت نظر نہ آئی، لحاف کو چار تہہ کرکے اس پر وضو کیا ایک قطرہ بھی فرش پر گرنے نہ دیا اور پوری رات سردی میں ٹھٹھر کر بسر کر دی۔

(۱۱) جب مسجد میں داخل ہوتے تو دایاں پاؤں آگے بڑھاتے۔ ہر صف کو دایاں قدم آگے بڑھاتے ہوئے عبور کرتے۔ اسی طرح محراب تک مصلے پر پہونچ جاتے۔ فرض نماز صرف کرتے اور ٹوپی پر بغیر عمامہ بھی ادا نہ کرتے۔

دُکھتی آنکھوں سے جو پانی گرے ناقضِ وضو ہے۔ ایک بار آشوب تھا تو ہر نماز کے بعد کسی سے آنکھ دکھا لیتے کہ پانی حلقۂ چشم سے باہر تو نہیں آیا ورنہ دوبارہ وضو کرکے نماز لوٹانی ہوگی۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا پر عمل کیا تو ایسا کہ سبک خرامی دیدنی ہوتی قدموں کی آہٹ بھی پانا مشکل تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ قریب پہونچ کر خود تقدیم سلام کی تو خدام کو آنے کی خبر ہوئی...... سونے میں اسمِ رسالت "محمد" علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا نقشہ ہوتا۔ غرباء کی دلجوئی کا بڑا خیال تھا۔ مخلص غرباء کی دعوت نہ ردّ کرتے، نہ بعد میں کوئی حرفِ شکایت زبان پر لاتے۔ بلکہ خدام کو حیرت ہوتی کہ کھانا کیسے تناول فرمایا تو ارشاد ہوتا ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روزانہ قبول کرنے کو تیار ہوں...... خط بنواتے وقت اپنی کنگھی اور اپنا شیشہ استعمال فرماتے...... قبلہ کی طرف نہ کبھی پاؤں دراز کیا نہ کبھی منھ کر کے تھوکا...... ان عادات کو دیکھ کر سراج الامۃ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲) حدیث کے مطابق تہمت کی جگہوں سے بھی پرہیز کرتے۔ مٹی کا تیل چونکہ بدبودار ہوتا ہے اس لیے مسجد میں جلانا ناجائز ہے۔ ایک بار حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین میں ارنڈی کا تیل بھر کر جلایا، فرمایا؛ حاجی صاحب اسے باہر کیجئے ورنہ لوگوں کو بتاتے رہیے کہ اس میں مٹی کا تیل نہیں ارنڈی کا تیل ہے۔ راہ چلتے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ دوسروں کو تو مسجد میں بدبودار تیل جلانے کی ممانعت کی جاتی ہے اور خود اپنی مسجد میں جلاتے ہیں۔ آخر حاجی صاحب نے باہر کر دیا۔

کسی عالم نے بہ نیت اعتکاف مسجد میں قیام کیا اور پان وغیرہ بھی کھایا اگالدان بھی رکھا۔ بعض لوگ جو اُن کی نیتِ اعتکاف سے باخبر نہ تھے معترض ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے پاس سوال آیا، اعتراض کرنے والوں کو حکمِ مسئلہ اور مرتبۂ عالم بتاتے ہوئے تنبیہ کی، آخر میں یہ بھی لکھا:۔

''علماء کو چاہیے کہ اگر چہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے اُن کا خیال پریشان ہو، نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں :۔ جو معتقد نہیں اس کا معترض ہونا، غیبت کی بلا میں پڑنا، عالم کے فیض سے محروم رہنا...... اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علمِ نیت خود مرتکب ہونا۔ عالم فرقۂ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو۔ مسندِ ہدایت پر ہے، عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے، حدیث میں ہے :۔ رَاسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ التَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ۔ دوسری حدیث میں ہے: بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلۂ شریعت عوام کو بتادے۔

(۱۳) حامد علی خاں رامپور سے حضرت مہدی میاں کے مراسم تھے۔ ایک بار چاہا کہ اعلیٰحضرت سے ملاقات کراؤں۔ نواب کے ساتھ اسپیشل ٹرین سے سفر میں تھے۔ بریلی اسٹیشن سے مدارُالمہام کی معرفت ڈیڑھ ہزار کی نذر بھیجی اور پیغام کہلایا کہ میاں نے دیا ہے اور نواب کو ملاقات کا موقع دیا جائے۔ جواباً دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالمہام سے فرمایا، بعد سلام اُن سے کہیے یہ اُلٹی نذر کیسی؟ مجھے چاہیے کہ میاں کی خدمت میں نذر پیش کروں نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ (جو آج کے سکّے میں قریباً ۷۵ر ہزار کے برابر ہوں گے) فرمایا جو بھی ہو واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والیٔ ریاست کو بلاسکوں اور نہ میں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔

(۱۴) ایک صاحب داخلِ سلسلہ ہو کر کسی وظیفہ کے خواہش مند ہوئے۔ اُن کی داڑھی حدِ شرع سے کم تھی۔ فرمایا جب داڑھی شرع کے مطابق ہوجائے گی وظیفہ بتادیا جائے گا۔ کچھ دنوں بعد پھر درخواست کی...... فرمایا کسی التماس کی ضرورت نہیں جب داڑھی شرع کے مطابق ہوجائے گی خود وظیفہ بتادیا جائیگا یعنی نفل پر واجب مقدم ہے۔

کسی کا حالِ زندگی معلوم کرنے کیلئے اس کے پڑوسیوں کا بیان خاص طور سے قابل غور ہوتا ہے۔ پڑوسیوں سے کچھ نہ کچھ نزاع ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے بعض ایسے بھی ملتے ہیں کہ اپنے دنیوی نقصان کے باعث اپنے نیک پڑوسیوں کی بھی بے جا شکایت کرتے ہیں۔ مگر امام احمد رضا کے پڑوسی بھی ان کے معترف نظر آتے ہیں۔

(۱۵) محمد شاہ خاں عرف حاجی منتھن خاں ایک معزز زمیندار اور اعلیٰ حضرت کے پڑوسی تھے۔ عمر اعلیٰ حضرت سے زیادہ تھی۔ سیّد ایوب علی صاحب و سیّد قناعت علی صاحب نے ایک دن دیکھا کہ یہ اپنی زمینداری اور سن رسیدگی کے باوجود بڑے ادب سے آستانۂ رضویہ کی جاروب کشی کررہے ہیں۔ سید قناعت علی صاحب کو گوارہ نہ ہوا آگے بڑھ کر اُن کے ہاتھ سے جھاڑو لینا چاہی مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے، صاحبزادے! یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانہ عالیہ کی جاروب کشی کروں (ان لوگوں کو ابھی معلوم نہ تھا کہ یہ بھی داخلِ ارادت ہیں) میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں، ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہوجاتا ہے انھیں تو بچپن میں ہی ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔ ☆☆☆

بلبلِ باغِ رسالت

مادّیت نے ساری دنیا میں ہلچل مچادی تھی۔ سائنس کی ترقی نے انسان کو ترقی یافتہ بنادیا تھا لیکن اس ترقی نے مذہبی اعتبار سے مسائلِ جدیدہ کی ایک طویل فہرست تیار کر دی تھی۔ ریل اور ہوائی جہاز کی ایجاد نے احکامِ سفر سے متعلق کئی مسائل پیدا کر دیے تھے۔ تمباکو کی ایجاد نے اپنے حکم کا مطالبہ کیا۔ یہ سوال اٹھنے لگے کہ وہ فوٹو جو قلم اور سنگ تراش کی مدد کے بغیر صرف ایک روشنی کے ذریعے سامنے آتا ہے، اس کی حلت وحرمت کا کیا حکم ہے؟ شراب کی آمیزش والی دواؤں کے لیے کیا حکم ہوگا؟ ٹیلی فون، ریڈیو وغیرہ پر قرآنِ حکیم کی تلاوت کے بارے میں کیا رائے ہو؟ اسی طرح حکومتوں کے تغیر سے ہندوستان کو دارالحرب مانا جائے یا دارالاسلام۔ اسی طرح کے ہزارہا مسائل سامنے آئے جن کے جواب دینے کے لیے ایک کامل فقیہ، مجتہد، علمِ شریعت کے نیرِ تاباں کی ضرورت تھی۔

قدرت نے اس اندھیرے میں اُجالا بنا کر ایک بچے کو اس دنیا میں بھیجا۔ یہ بچہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍ جون ۱۸۵۶ء کو محلہ جسولی، بریلی شریف، ہندوستان میں ایک باعلم و باعمل گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس بچے نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے عہد کے عظیم علما وفقہا سے درسیاتِ علمی کی تکمیل کی۔ سرحدِ شباب میں داخل ہونے تک جملہ فنونِ عربیہ اور فنونِ دینیہ اور ان کے مبادی میں ماہر ہو گئے۔ علم حدیث، علم تفسیر، علومِ عربیہ، جملہ علومِ عقلیہ و نقلیہ میں ایسی انفرادیت حاصل کی کہ اقران وامثال میں آپ کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ ہندوستان کی سرزمین پر اس دور کے اکابر علما میں جن کا شمار ہوتا تھا وہ بھی آپ سے استفادہ کرتے نظر آنے لگے۔

کم وبیش پچپن علوم وفنون میں آپ کو ملکۂ راسخہ حاصل ہوا جس کی شہادت سیکڑوں جلیل القدر اور عظیم المرتبت مشاہیر علمائے عرب وعجم نے دی۔ آپ کی تقریباً ایک ہزار تصانیف بھی آپ کے تبحرِ علمی کی عملاً گواہی ہیں۔...... آپ نے درس وتدریس کی طرف کم توجہ دی اور تمام وقت فتوٰی نویسی میں گزارا کہ اس وقت اس کی ضرورت تھی۔ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر سے، عوام سے لے کر فقہا تک مختلف مسائل میں آپ سے رائے لیتے تھے اور آپ ان کے مسائل حل کرتے تھے۔ بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاوٰی رضویہ آپ کا فقہی شاہکار ہے۔ اس کے فاضلانہ ومحققانہ فتاوٰی کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ کارنامہ وہی شخص انجام دے سکتا تھا جسے تمام ضروری علوم زبانی ازبر ہوں۔

عشقِ رسول ﷺ ان کی ایسی خصوصیت تھی جس نے انہیں ستاروں میں چاند کی طرح ممتاز ومنور کر دیا تھا۔ شہر شہر اور قریہ قریہ شمعِ مصطفٰی ﷺ کی وہ جوت جگائی کہ دلوں کی آبادیاں آئینے کی طرح چمک اٹھیں۔ معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور دورِ جدید کی گمراہیوں کے خلاف فقیہانہ شان کے ساتھ جہاد بالقلم کیا۔...... انہوں نے علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد ۱۸۶۹ء میں فتوٰی نویسی کا آغاز کیا۔ والد کے وصال (۱۸۸۰ء) کے بعد آپ مستقل طور پر مسندِ افتا پر فائز ہو گئے۔ ان کی فتوٰی نویسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسودات کو بیک وقت چار افراد نقل کرتے جاتے۔ یہ ابھی فارغ نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا۔

آپ کی علمی شہرت ہندوستان سے عرب تک خوشبو کی طرح پھیل گئی چنانچہ جب آپ حج کو تشریف لے

گئے تو وہاں بھی علما جوق در جوق آپ کے پاس آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے۔...... ان کی عشقِ رسول ﷺ کی خصوصیت نے انہیں نعتیہ شاعری کی طرف متوجہ کیا۔ اس وقت اردو شاعری کا آفتاب اپنی پوری تابانی سے جگمگا رہا تھا۔ داغؔ و امیرؔ کی شاعری کی دھوم تھی۔ انہوں نے اُس دور میں شاعری کی اور اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔ کمالِ علمی کے ایسے گلدستے سجائے، فکرِ رسا کی ایسی گل پاشیاں کیں کہ اُردو نعت گوئی میں ان جیسی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ ان کی فکرِ رسا جس انداز میں چاہتی، نعتِ رسول ﷺ کو فردوس گوش بناتی۔ معنی آفرین اور سلاستِ زبان میں آپ کی نعتیں اپنی مثال آپ بن گئیں۔

عالمِ اسلام کی نادرِ روزگار شخصیت' دنیائے سُنّیت کا عظیم المرتبت تاجدار، اسلام کے اُجڑتے ہوئے گلستاں کو نئی زندگی بخشنے والا' اپنے قلم کی تیغ براں سے باطل پرست طاغوتی طاقتوں کا سر قلم کرنے والا' عرب و عجم میں دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ پر قہر و غضب کی بجلیاں گرانے والا' سرکار کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجانے والا' علم شریعت و طریقت کا نیّر تاباں۔ عاشقِ رسول ﷺ، عالم، فقیہ، شاعرِ رسول ﷺ اور مجدّدِ وقت ایک ایسا مسلک دے گیا جس پر اعتراض کرنے والے بہت ہیں لیکن جس پر چلنے والے اُن سے بھی زیادہ ہیں۔

اس نیّر تاباں کا اسم شریف محمد رکھا گیا۔ تاریخی نام المختار (۱۲۷۲ھ) سرکارِ دو عالم ﷺ سے بے پناہ محبت کی وجہ سے وہ اپنے نام سے پہلے عبدالمصطفیٰ تحریر کرتے تھے۔ عوام و خواص میں امام احمد رضا خان بریلوی کے اسم شریف سے مشہور ہوئے...... آپ کا انتقال ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو ہوا۔ ہندوستان کے شہر بریلی میں آپ کا مزار روشنیِ دل وجاں ہے۔

(بشکریہ : ماهنامه سرگزشت کراچی جنوری ۲۰۰۱ء)

"افکار رضا" انٹرنیٹ پر

تحریک فکر رضا، مجدد عصر حاضر اہلِ سنّت کے امام اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے افکار' نظریات اور تعلیمات کو عالمی سطح پر پھیلانے میں کوشاں ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سہ ماہی "افکار رضا" ممبئی گذشتہ چھ سال سے مسلسل جاری ہے اور مفت تقسیم کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں اہلسنّت کا لٹریچر بھی مختلف زبانوں میں شائع کیا جارہا ہے۔ اسی سلسلہ کی اگلی کڑی انٹرنیٹ کے ذریعہ مسلک اہلسنّت و جماعت کی ترویج و اشاعت ہے۔ الحمدللہ تحریک فکر رضا کی اپنی ویب سائٹ fikreraza.net شروع کی جاچکی ہے۔ جس پر آپ مجلّہ "افکار رضا" دنیا بھر میں کہیں بھی ہوں پڑھ سکتے ہیں۔ افکار رضا کے علاوہ ہم آپ کے لیے دیگر سُنّی رسائل (کنزالایمان، اشرفیہ، الکوثر، معارف رضا (کراچی)...... وغیرہ) بھی پڑھنے کی سہولت مہیا کریں گے۔ انشاء اللہ

اس سائٹ پر امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن "کنز الایمان"، علماء اہلسنّت کی تصانیف (مختلف زبانوں میں) پڑھنے، نادر و نایاب تقاریر سننے کی سہولت مہیا کی جائے گی۔ نیز اہلسنّت و جماعت کی خبریں اور انعامی سلسلہ "کیا آپ جانتے ہیں؟" سے بھی آپ مستفید ہوسکتے ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس ویب سائٹ سے استفادہ کریں اور اپنے نیک مشوروں سے نوازیں۔ ☆☆☆

حضور احسن العلماء اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا فروغ

از:- غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں (مہاراشٹر)

برصغیر میں خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ کی خدمات کئی صدیوں پر محیط ہے۔ اپنے وقت کی جلیل القدر ہستیاں اس خانقاہ سے فیضیاب ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے خانقاہ برکاتیہ سے اکتساب فیض کیا۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ برکاتیہ کے جامِ معرفت سے سرشار ہوئے۔ حضور احسن العلماء علامہ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اُسی خانقاہ کے پروردہ اور فرزند جلیل تھے۔ آپ کی ذات یادگار سلف، شریعت و طریقت کا محور اور گنجینۂ معرفت تھی۔ حضور احسن العلماء کی ذات سے ایک عالم نے فیض اٹھایا۔ ان کی ذات نے قلب و نظر کو طمانیت بخشی، مئے عشق و معرفت سے روحوں کو سرشار کیا، دلوں کے اندھیرے دور کر کے حق کے اجالے اور نورانیت سے منور کرتے رہے۔ جادۂ حق پر ثابت قدم رہنے کا درس دیا۔

حضور احسن العلماء کی ذات نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے استحکام میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ جب بھی اعلیٰ حضرت کی ذات یا مسلکِ اعلیٰ حضرت پر اغیار نے اعتراض کیا، مارہرہ کے اس عظیم المرتبت شہزادہ نے دندان شکن جواب دیکر مسلک اعلیٰ حضرت کی محافظت فرمائی۔ ان کے قول و فعل سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترجمانی ہوتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے شیدائی تھے۔ روزانہ بارہا اعلیٰ حضرت کا تذکرہ کرنا آپ کا معمول تھا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی جاری کردہ تحریک تقدسِ رسالت ﷺ کو دوام بخشا، احساس و نظریات کو جلا بخشی، بصارت و بصیرت کو جادۂ صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔ حق کی اشاعت کے لیے کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی۔ حوادثِ زمانہ ان کے قدموں کو متزلزل نہ کر سکے بلکہ گرتوں کو سہارا دیا، بغض و حسد کے غبار سے لبریز دلوں کو شفقت و الفت سے معمور فرمایا۔ وہ غمگین دلوں کے چارہ ساز تھے۔

تھا جو اپنے درد کی حکمی دوا ملتا نہیں
چارہ ساز درد دل دید آشنا ملتا نہیں

استقامت فی الدین حضور احسن العلماء کا وصف تھا۔ ان کی ذات اہل سنت و جماعت میں مرکزی حیثیت کی حامل تھی۔ اعلیٰ حضرت پر ہونے والے کاموں پر ان کی گہری نظر تھی۔ وہ بہت بڑے ماہر رضویات تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت پر ہونے والے کاموں کی وسعت دی، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

"مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر بہت سختی سے پابند تھے اس میں ذرا بھی مداخلت گوارا نہ فرماتے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے عاشقِ راز تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت سے سرمو انحراف کو برداشت نہ کر

پاتے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے حالات و کوائف کے جزئیات پر کامل عبور تھا میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے وقت میں سب سے بڑے ماہر رضویات تھے۔"

(ص ۲۹ سیرت احسن العلماء، مطبوعہ برکاتی پبلشرز، کراچی)

ان کے نزدیک بیعت کا معیار اعلیٰ حضرت کی ذات تھی۔ ان کی نصیحت تھی کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر چلتے رہو۔ حضرت سید امین میاں قبلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ فرماتے ہیں۔ 'دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی۔ ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ "میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بے زار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔' فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔"...... بلاشبہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی ذات سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کو فروغ صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں ہوا ہے۔

حضور احسن العلماء کو حدائق بخشش کے اشعار زبانی یاد تھے۔ وہ حدائق بخشش کی شرح میں انفرادی مقام رکھتے تھے۔ کلام رضا سے دلی لگاؤ تھا۔ عید میلاد کی عطر بیزیاں ہوں یا عید غوثیہ کی جلوہ آرائی ہر موقع پر کلام رضا کی سوغات لٹاتے رہے۔ اندرونِ ہند یا بیرون ہند کے دورے ہوں، مارہرہ شریف کی معطر فضائیں یا برکاتی مسجد کی بہاریں ہر جگہ چمنِ حسین کا یہ مہر درخشاں، نیر تاباں فیوض و برکات لٹاتا رہا، حُبّ رضا کے جام پلاتا رہا۔

ان کا نقش قدم ہمارے لیے رہنما و راہِ عمل ہے۔ ان کے دم قدم سے سنیت کے چمن میں بہاریں جلوہ فگن ہیں۔ اللہ عزوجل، حضور احسن العلماء و آستانہ مارہرہ مطہرہ کی امانتوں کے امین حضرت سید امینِ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے سایۂ کرم کو اہل سنت کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین

اختر خستہ ہے بلبل گلشنِ برکات کا
دیر تک مہکے ہر اک گل گلشنِ برکات کا

......×......×......

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

حیات اعلیٰ حضرت کا ایک گمشدہ ورق

خلیفۂ اعلیٰحضرت مولانا محمد عبدالحکیم محمدی کرلانی میرٹھی علیہ الرحمہ

(متوفی ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء)

از: مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ

ہند و پاک ہی کیا پوری دنیا میں اس وقت چودھویں صدی کی عدیم النظیر شخصیت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے تجدیدی کارناموں اور علمی وفنی کمالات کا چرچا ہورہا ہے، دنیا کی بہت سی یونیورسٹیوں میں آپ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر تحقیق اور ریسرچ کا بھی کام ہورہا ہے، کئی ایک فاضلین نے آپ پر پی. ایچ. ڈی کر کے ڈگری بھی حاصل کرلی ہے، حتیٰ کہ جامعہ لازہر مصر نے بھی متعدد محققین کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر پی. ایچ. ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری رہے۔ راقم الحروف محمد عبدالمبین نعمانی قادری دور طالب علمی ہی سے (جس کو تقریباً تیس سال ہوگئے) اعلیٰ حضرت پر مطالعے کا شائق ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت کے مختلف گوشوں اور خلفائے اعلیٰ حضرت کے تذکروں پر بھی نظر رہی ہے۔ عرصہ ہوا خلفائے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کی ترتیب و تدوین کی بات ذہن میں آئی تھی۔ اسی اثناء ایک بار برادر طریقت شاعر اہلسنت جناب راز الہ آبادی مرحوم نے راقم سے فرمایا کہ ہمارے الہ آباد میں بھی ایک خلیفۂ اعلیٰ حضرت آرام فرما ہیں۔ میں نے نام اور تفصیلات جاننا چاہا تو فرمایا، اُن کے ایک مرید جناب ڈاکٹر محمد مزمل حسین صاحب ہیں جو دائرہ شاہ اجمل کے پاس رہتے ہیں۔ میرے بطور خاص ایک سفر میں مولانا انوار احمد نظامی ناظم اعلیٰ دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد کی رہنمائی میں ڈاکٹر صاحب موصوف سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے بڑی محبت وشفقت کا ثبوت دیا اور اپنے پیر ومرشد کی چند کتابیں اور بعض کتابوں کے چند نسخے عنایت کیے اور زبانی بھی بہت سے حالات بتائے، تاریخ وصال سے بھی آگاہ کیا۔ مجھے بھی ڈاکٹر صاحب سے دلچسپی ہوگئی پھر متعدد بار ملا اور خط وکتاب کرتا رہا اور حالات پوچھتا رہا۔ انھیں بزرگ کا نام ہے، حضرت مولانا محمد عبدالحکیم محمدی سنّی حنفی کرلانی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ میں نے اس کے بعد ہی تقریباً پندرہ سال ہوئے حضرت مولانا کی سوانح حیات لکھ ڈالی۔ حسن اتفاق کہ انھیں دنوں خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے ماہنامہ ''پاسبان'' الہ آباد کے ''اکابر ملت نمبر'' کا اعلان کیا اور مجھے اور محب گرامی فاضل جلیل حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کو جو اس وقت مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ مئو میں صدرالمدرسین تھے، نمبر کی ذمہ داری سونپی اور مضامین جمع کرنے کا حکم فرمایا، ہم دونوں نے

اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے اس ذمہ داری کو قبول کرلیا۔ پھر اہلِ قلم حضرات سے مراسلت کرکے نیز خود اور احباب سے مل کر نمبر کے لیے اچھے خاصے مضامین جمع کرلیے اور الہ آباد لے جاکر حضرت خطیب مشرق علیہ الرحمہ کے حوالے بھی کردیا۔ حضرت نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔ پھر ہفتے مہینوں میں مہینے سال میں بدلتے رہے مگر نمبر کی اشاعت عمل میں نہ آسکی۔ حضرت پاسبانِ ملت ہی کی زندگی میں ایک بار حاضر ہوکر عرض کیا کہ چند مضامین جو بہت اہم ہیں ان کو واپس کردیا جائے تاکہ دوسرے کسی رسالے میں شائع کرادیے جائیں۔ مگر حضرت پاسبانِ ملت باوجود کوشش کے وہ مضامین نہ واپس کرسکے فائلیں تلاش کروائیں مگر مضامین کی وہ ایک فائل غائب تھی جس میں ''اکابر ملت نمبر'' کے کافی مضامین تھے اس فائل میں وہ مضمون بھی تھا جو راقم نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد عبدالحکیم کرلانی علیہ الرحمہ کی حیات سے متعلق سپردِ قلم کیا تھا، اس مضمون کا کوئی مسودہ بھی محفوظ نہ رہا نہ ہی فوٹو کاپی، اب مضمون منتشر یادوں اور کچھ تصانیف سے مضامین نکال کر دوبارہ یہ مقالہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

جائے پیدائش :- حضرت مولانا محمد عبدالحکیم محمدی کرلانی علیہ الرحمہ قصبہ شاہجہاں پور ضلع میرٹھ (یوپی) کے کسی گاؤں کرلان میں پیدا ہوئے، کتابوں میں آپ اپنے نام کے ساتھ فقیرزادہ لکھتے اور آخر میں بالعموم محمدی سنی حنفی، کہیں کہیں صرف فقیر زادہ محمدی، اور کہیں صرف محمدی تحریر فرماتے۔ آپ کی بعض کتابوں پر آپ کا میرٹھ کا پتہ اس طرح چھپا ہوا ملتا ہے۔ مکتبہ محمدی، حویلی شاہزادگان شاہجہاں پور ضلع میرٹھ۔ آپ کی کتابوں پر ایک مہر چھپی ملتی ہے جس میں اسمِ ذات اللہ سب سے اوپر اور اس کے نیچے گول دائرے میں ''حلقہ نورالمشائخ'' ۱۳۳۶ھ اور دائرے کے نیچے ''فقیر زادہ قادری محمد عبدالحکیم محمدی غفرلہ، از اولادِ حضرت اکبر شاہ قادری قدس سرہ۔ شاہجہاں پور ضلع میرٹھ'' تحریر ہے۔ حضرت اکبر شاہ قادری علیہ الرحمہ کے حالات بھی مجھے دستیاب نہ ہوسکے۔ کسی فاضل کی نظر سے گزریں تو وہ ناچیز راقم الحروف کو کرم فرماتے ہوئے تحریر کریں اور راقم کے مشکور ہوں۔

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم کرلانی صاحب کب میرٹھ سے الہ آباد آئے اس کی تفصیل پردۂ خفا میں ہے بہرحال سالوں آپ نے الہ آباد میں گزارے، مریدین کو تربیت دیتے اور اصلاحِ عقائد واعمال کا کام نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے، غالباً ہفتے میں کسی ایک روز حلقۂ ذکرو تربیت بھی منعقد کرتے۔ اسمِ ذات پاک کے ذکر پر بطور خاص زور دیتے اور مریدین و حلقہ بگوش افراد کو اس کی تلقین کرتے۔ آپ کی بعض تصانیف کے شروع میں اسمِ ذات کی مشق کا ایک نقشہ بھی چھپا ہے اور اس کے نیچے ورد کا طریقہ بھی مرقوم ہے، ذیل میں اس کی بعینہٖ نقل پیش کی جاتی ہے تاکہ قارئین اور دلچسپی رکھنے والے حضرات اس سے استفادہ کرسکیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اللہ

ہ	لا	ال
ٹھہر جائے	کھینچ کر کہو	ایکدم کہو

ہر لفظ پورا پورا ادا کرو

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

(ایسی پانچ سطروں کے بعد یہ نوٹ ہے)

یہ اسمِ ذات کے ذکر کی مشق کے لیے ہے اوپر لکھے ہوئے قاعدہ سے مشق کرو یہ پچیس ۲۵ بار اسمِ ذات ہر سطر میں ۵ بار ہے چار بار میں ذکر کی تسبیح سو بار اطمینان اور خیال کے ساتھ دعا کرو جب تک ذکر کا طریقہ دل اور دماغ میں محفوظ ہو اس کو دیکھ کر ذکر کرنے میں سہولت ہوگی۔ واللہ ولی التوفیق۔

بیعت وخلافت:- آپ سلسلۂ قادریہ وچشتیہ میں عالیجناب صوفی شاہ شبیر احمد صاحب علیہ الرحمہ سے بیعت تھے جو خلیفہ ہیں حضرت مولانا شاہ مشتاق احمد صاحب کے اور وہ خلیفہ ہیں سید المشائخ حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے جو پیر و مرشد ہیں سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے۔ آپ کو خلافت اپنے مرشد سے بھی ہے اور سلسلہ معمریہ منوریہ اشرفیہ میں شبیہ غوث اعظم حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے اجازت حاصل ہے اور خصوصیت کے ساتھ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ میں سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ اور آپ کا شجرہ باقاعدہ آپ کی کتاب راز و نیاز مع ناز و نیاز کے صفحات ۲۷۳ تا ۲۷۵ پر درج ہے۔ پورا شجرہ درود شریف کے صیغوں میں ہے، اس کی آخری کڑی اس طرح ہے۔

فقال احمد رضاء من الذین وعدت لھم الحسنیٰ وزیادۃ وعلی من یدعو الی سنۃ نبیک البشیر النذیر ناصبح محمدا عبدالحکیم المحمدی الخ۔

(ص ۲۷۵۔ ناز و نیاز مولفہ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء)

اسی کتاب میں اور دوسرے شجرے بھی ہیں جن میں آپ کو اجازت وخلافت ہے۔

وصالِ یار:- الٰہ آباد ہی میں جناب ڈپٹی لیاقت حسین صاحب کے یہاں یکم رجب ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں آپ کا انتقال پُر ملال ہوا اور الٰہ آباد ہی میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:- عقائد، اسرارِ تصوف وشریعت کے موضوع پر متعدد تصانیف آپ کی مطبوعہ ہیں، ابتک جن تصانیف کی زیارت ہو سکی ہے یا جن کے بارے میں کسی ذریعہ سے معلومات حاصل ہوئی ہے ان کا ذکر ذیل میں مختصر تبصرہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان تصانیف کی بار بار اشاعت ہو اور اہلِ ذوق کو استفادے کا موقع ملے۔

(۱) عقائد واحدی مع حاشیہ فرائد محمدی:- مطبوعہ اسرار کریمی پریس الٰہ آباد ۱۹۵۶ء۔ یہ کتاب سبع سنابل شریف فارسی مصنفہ شیخ المشائخ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے باب العقائد کا ترجمہ ہے، جس میں فقہاء اور صوفیہ کرام کے متفقہ عقائد کا نہایت عمدہ بیان ہے۔ مترجم علیہ الرحمہ آغاز کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت مؤلف (سبع سنابل) قدس سرہ نے ایک سو سال متجاوز عمر پاکر ۳ر رمضان ۱۰۱۷ھ میں اس عالم سے پردہ فرمایا مزار مبارک قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی مسجد سلہباڑہ میں ہے۔

یہ کتاب اصل فارسی میں ہے اور ۱۳۰۱ھ میں طبع ہوئی جواب کمیاب ہے۔

اب ۶۵-۱۳۶۴ ہجری میں حضرت مؤلف قدس سرہ کے اخلاف میں سے حضرت کے صاحب سجادہ محترم سید آل محمد ستھرے میاں "بارك الله فی ساعاته" نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا،۔وہ اردو ترجمہ اس خادم بندہ مسکین فقیر زادہ قادری محمد عبدالحکیم محمدی سنی حنفی نے کچھ سنا اور کچھ مطالعہ کیا بعد ازاں ترجمہ کو اصل کتاب سے ملانا شروع کیا تو اس عقائد کے جزو (حصے) پر بقدر ضرورت مضامین کی توضیح وتشریح کے لیے حواشی لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور کہیں کہیں متن کے ساتھ بریکٹ میں کچھ عبارت کا اضافہ بھی کیا۔ اس طور سے یہ رسالہ عقائد کا مرتب ہوا۔ دل چاہتا ہے کہ اس رسالہ کا نام عقائد واحدی ہو......

(عقائد واحدی ص ۳ مطبوعہ اسرار کریمی پریس الہ آباد ۱۹۵۶ء)

یہ پورا رسالہ بڑے سائز کے ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے، اصل متن کے ساتھ جو نوٹ ہے اس کے علاوہ حاشیہ بھی ہے۔ اسی حاشیہ کا نام ہے "فرائد محمدی" اور ناشر کی حیثیت سے حاجی محمد یوسف تکیہ احمد گنج الہ آباد کا نام چھپا ہے۔

عقائد واحدی پر حضرت علامہ محمدی علیہ الرحمہ کا حاشیہ بڑا مفید اور اہم مباحث پر مشتمل ہے اور خاص بات یہ ہے کہ بعض نہایت دقیق مباحث کو نہایت آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے جو اس کتاب کا حصہ ہے۔ ایک جگہ صوفیہ اور محدثین کے مقام ومرتبے کا بیان اس انداز سے فرماتے ہیں،

" اے عزیز یہ نہ سمجھنا کہ صفائے باطن صرف صوفیہ ہی کا حصہ ہے محدثین وفقہا اس سے بے بہرہ ہیں، نہیں نہیں یہ چیز سب میں ہے کیوں کہ اصل تصوف کیا ہے، نسبت و احسان کا حصول اور یہ نعمت محدثین وفقہا اور صوفیہ سب کو بارگاہ حق تعالی سے عطا ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ حضرات صوفیہ ریاضت ومجاہدات سے اور محدثین وفقہا اتباع سنت سے نسبت احسان تک پہنچتے ہیں۔ راہوں کے اختلاف سے احوال مختلف ہوئے ورنہ نقطۂ وصول سب کا واحد ہے۔ یہ سب دین کے چشمے ہیں، ان سے ہی دین عالم میں پھیلا ہے۔ اللہ تعالی سب سے راضی ہو اور ہم سے بھی، آمین۔ محمدی غزلہ "

(حاشیہ عقائد واحدی ص ۶)

ایک جگہ فروعی اختلافات پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرماتے ہیں:

"اختلاف امت کا رحمت ہونا اس مثال سے سمجھو کہ درخت کی جڑ ایک، شاخیں صدہا۔ درخت کے لیے شاخوں کی کثرت رحمت ہے، کیوں کہ جس قدر شاخیں زیادہ اسی قدر پھل پھول زیادہ۔ اسی طرح اصول دین میں اختلاف نہیں، فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور وہ امت کے

لیے رحمت ہے کیوں کہ انسانی طبائع مختلف ہیں کوئی سختی برداشت کرسکتا ہے کوئی نہیں اور اختلاف علماء فروعات میں ایسا ہی ہے کہ کوئی مجتہد عزیمت کی طرف گیا اور کوئی رخصت کی طرف، تا کہ اہلِ عزیمت جو سختی برداشت کرسکتے ہیں عزیمت پر عمل کریں۔ اور جو اہلِ رخصت سختی برداشت نہیں کرسکتے وہ رخصت پر عمل کریں۔ اگر فروعات میں صرف عزیمت ہی عزیمت ہو تو اصحابِ رخصت کے لیے بڑی تنگی ہو جائے اور یہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ (دین آسانی کا نام ہے) کے خلاف ہو۔ جب دین میں آسانی ہے تو فروعات میں رخصت کا ہونا بھی ضروری ہوا تا کہ دین میں تنگی نہ ہو۔ لہٰذا اختلاف اہل علم فروعی مسائل میں یقینی طور پر امت کے لیے رحمت ہے۔ افسوس ہے ان پر جو فروعی مسائل کے اختلاف رحمت کو اپنی کج بحثی اور تنگ نظری سے لڑ جھگڑ کر زحمت بنا لیتے ہیں اور نعمت کی قدر نہیں کرتے، ۱۲ محمدی غفرلہ،

(عقائد واحدی ص ۶۔۷)

مذکورہ بالا دونوں عبارتیں ایجاز بیانی کی بہترین مثالیں بھی ہیں جن کے لیے دفتر کی ضرورت تھی مگر حضرت محشی قدس سرہ نے چند لفظوں میں بیان کردیں۔ غرض اسی قسم کے موتی علم و عرفان کے عقائد واحدی کے ضمن میں بکھرے ہوئے ہیں۔

(۲) عجز و نیاز :- یہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی ایک نایاب کتاب ہے جس میں مسنون طریقۂ نماز بیان کرتے ہوئے، شغل نماز کے تعلیمی اسباق اور نماز کا خشوع وخضوع کچھ اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ قلبِ مومن میں احسان کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے، کتاب کے ٹائٹل پر یہ شعر بھی دیا گیا ہے جو کتاب کے مضمون کو خوب واضح کررہا ہے۔

مشقِ نیاز کرکے پڑھیں ہم نماز کو ☆ عجز و نیاز بھاتا ہے اس بے نیاز کو

یہ کتاب اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی اس کے ناشر حاجی محمد یوسف صاحب تکیہ احمد گنج الٰہ آباد ہیں۔ پوری کتاب بڑے سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے مگر دریا کوزے میں بند کردینے کے مصداق ہے۔

(۳) جبینِ نیاز :- اس میں نماز کا فلسفہ، نماز کے الفاظ (اذکار و ادعیہ) کا ترجمہ اور مطلب بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ فاتحہ، چاروں قُل کی مختصر تفسیر بھی دیدی گئی ہے، تا کہ نمازوں میں ان کے پڑھنے کے وقت مطالب ذہن میں موجود ہوں اور نماز میں توجہ بڑھ جائے۔

اس کتاب سے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمہ عجز و نیاز میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

نماز میں دل نہ لگنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ یا تو ہم عربی زبان کو سمجھتے نہیں یا اگر سمجھتے ہیں تو زبان کے ساتھ دل کو ملاتے نہیں۔ جب دل اور زبان دونوں مل جائیں تو دماغ اس کے ساتھ خود مل جاتا ہے اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اس سبق کے کئی حصے ہیں، ایک ایک حصہ درست

کرنا چاہیے۔

(الف) پہلی بات یہ ہے کہ نماز کے اذکار کے الفاظ زبان سے صحیح صحیح ادا ہونے لگیں۔

(ب) نماز کے الفاظ صحیح کر لینے کے بعد ان کے معنی یاد کرنا چاہیے تا کہ زبان سے جو الفاظ ادا ہو اس کا مفہوم دل میں بھی ہو،

(ت) لفظ اور معنی کی صحت کے بعد عبارتوں کے ہر ہر فقرہ کا مختصر مفہوم سمجھ میں آ جائے یعنی زبان الفاظ کہے اور دل و دماغ اس کے مفہوم یعنی مطالب کو سمجھے ہوئے ہوں۔

ان تینوں باتوں کے بغیر نماز میں یکسوئی دشوار ہے اور نماز کا شغل ناقص، ان تینوں ضرورت کیلئے کتاب ''جبینِ نیاز'' ہے جو اس مدعا میں عوام وخواص سب کیلئے کار آمد ہے۔

(عجز و نیاز ص ۱۸)

(۴) راز و نیاز:- یہ کتاب مشارق الانوار کے بارہویں باب ادعیہ کا وہ حصّہ ہے جس میں نماز کی دعائیں ہیں اور انھیں کے ساتھ ضروری مضامین بھی دیئے گئے ہیں۔ دعاؤں کا ترجمہ کرنے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ الفاظ کا مطلب صاف سمجھ میں آ جائے تا کہ دعا کا پڑھنے والا مطلب کو سمجھ کر پڑھے۔ بعض دعاؤں کے ساتھ ترجمہ کے علاوہ کسی ضروری بات کی توضیح کے لیے تشریحی نوٹ بھی دے دیئے گئے ہیں اور جو مضامین کہیں سے لیے گئے ہیں ان کے حوالے بھی دے دیے گئے ہیں، البتہ مصنف کے افادات بغیر حوالے کے ہیں۔ نماز کے علاوہ بھی بعض دعائیں دی گئی ہیں، جیسے صبح و شام کی دعائیں، سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں۔۔۔۔

التحیات کے بیان میں ترجمہ ومطلب کے بعد بارہ عقیدے جو الفاظ التحیات سے ثابت ہوتے ہیں بیان فرمایا ہے، اور خاص طور سے ندائے یا رسول اللہ کے اثبات پر زور دیا ہے اور اس مضمون کو خوب دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے کہ دوسری جگہ شاید ملے۔ یوں ہی اور بھی اذکار نماز سے جو عقیدے نکلتے ہیں ان کو بھی بیان کرتے گئے ہیں۔

نماز کے اذکار میں ایک دعا یہ ہے کہ۔ حضور اقدس ﷺ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے، ...... لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریکَ لہٗ لہٗ الملک و لہ الحمدوھوعلی کل شئی قدیر الخ۔ اس ذکر کا پورا ترجمہ اور مطلب بیان کرنے کے بعد مصنف علیہ الرحمہ نے ...... وھو علیٰ کل شئٌ قدیر، پر خصوصی توجہ دی اور معاندینِ اہلسنّت اس سے یا اس قسم کی آیت، ان اللّٰہ علیٰ شئٌ قدیر سے استدلال کرتے ہوئے امکانِ کذب باری کا جو غلط عقیدہ ثابت کرتے ہیں اس کی خوب اچھی طرح خبر لی ہے، اور پورے پندرہ صفحات پر ایسی دل نشیں بحث فرمائی ہے کہ دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اصل بحث تو کتاب ہی میں دیکھی جاسکتی ہے، یہاں اس کا مختصر حصّہ ملاحظہ ہو۔ ممکن ومحال کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ممکن و محال ایک دوسرے کی ضد ہے، ان کو ایسا سمجھنا چاہیے کہ ممکن کو اللہ نے جب چاہا پیدا کر دیا اور محال کو اللہ نے پیدا کرنا ہی نہ چاہا اس لیے قوت بھی اس سے بے تعلق ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ممکنات سے ہے محالات سے نہیں اس لیے کہ محال مشیت کے دائرہ میں نہیں مشیت سے خارج ہے اس لیے قدرت کا بھی اس سے کوئی لگاؤ نہیں۔ یہ سب باتیں اچھی طرح یاد رکھو اور امکانِ کذب کا عقیدہ رکھنے والے اپنے عقیدہ کے ثبوت میں جو دلیل پیش کرتے ہیں اس پر غور کرو،

وہ کہتے ہیں ...... اللہ میں اپنے قول اور وعدہ کے خلاف کرنے کی قدرت ہے اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں، اگر ہم اس کو خلاف پر قادر نہ مانیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ عاجز ہے نہیں کر سکتا، یہ اس کی قدرت کا نقصان ہوگا،...... الخ۔

اے عزیز ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اللہ کی طرف سے وعدہ کا خلاف ممکن ہے یعنی اللہ اگرچہ وعدہ کے خلاف کرے گا نہیں لیکن کر سکتا ہے، اس میں قدرت ہے عاجز نہیں، ...... اب یہ دیکھو، یہ خلاف بوصفِ امکان (یعنی وعدہ کے خلاف کرنے کے امکان کا وصف) ایک صفت ہوئی اور امکان (ممکن ہونا) حادث (مخلوق) کی صفت ہے اللہ قدیم ہے تو قدیم کی صفت حادث کیسے ہو سکتی ہے، ورنہ اللہ جو واجب قدیم ہے ممکن حادث ہو جائے گا۔ یہ خرابی اس لیے پیدا ہوئی کہ ایک امرِ محال کو ممکن سمجھا، جب یہ مان لیا کہ اللہ خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا تو سیدھی بات یہ کیوں نہیں کہتے کہ قدرت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے اللہ اپنا برابر والا پیدا کر سکتا ہے کیوں کہ وہ قادر ہے عاجز نہیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ جس کو بھی اللہ پیدا کرے وہ اس کی مخلوق ہے۔ اللہ اس کا خالق، وہ اللہ کا بندہ اللہ اس کا رب، پھر وہ اللہ کے برابر کیسے ہو سکتا ہے (یعنی یہ محال ہے) اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کی قدرت کو محالات سے کوئی بھی تعلق نہیں۔

(راز و نیاز ص ۱۵۴ تا ۱۵۶)

(۵) ناز و نیاز:- اس میں بھی مشارق الانوار سے متفرق دعاؤں کو لے کر آسان ترجمہ اور کہیں کہیں مختصر تشریح بھی فرما دی ہے۔ اس میں بارہ عنوانات ہیں اس طرح، تکبیر و تسبیح، تہلیل، تحمید، تلبیہ، استعاذہ، استغفار، انابت، برکت، رحمت، محبت، معجزہ، وفات۔ پھر ان عناوین کے تحت ذیلی سرخیاں بھی ہیں۔ یہ حصہ گویا راز و نیاز کا ہی ایک حصہ ہے، اسی لیے دونوں یکجا مطبوع ہیں۔ کل صفحات ۲۸۰ ہیں۔ ناشر میں کسی کا نام نہیں نہ ہی پریس کا کچھ پتہ، سائز چھوٹا ہے کتاب عمدہ صاف ستھرے آفسٹ کی چھپی ہے۔

(٦) رازِ نماز:- یہ کتاب نماز کے فلسفہ اور اسرار پر ہے، راقم کی نظر سے نہیں گزری نہ اس کے طبع

ہونے کی کوئی قطعی اطلاع۔

(۷) فرضِ اکبر:- ذکرِ الٰہی کی فضیلت اور تعلیم میں لکھی گئی اور مطبوع ہے۔

(۸) تعلیمِ نماز:- نماز کے ارکان اور جملہ حرکات و سکنات کے ادا کرنے کا طریقہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، (مطبوعہ)

(۹) ذکریٰ:- ذکر اللہ کی تعلیم و ترغیب پر مختصر رسالہ (مطبوعہ)

(۱۰) فرمانِ حق:- اس کتاب میں صرف احادیثِ قدسیہ کو مع ترجمہ اور مختصر تشریح کے پیش کیا گیا ہے، کتاب تصوف کے رنگ میں اور آسان زبان میں لکھی گئی ہے، (مطبوعہ)

(۱۱) فرمانِ رسالت ترجمہ روح السنۃ:- مجموعۂ احادیثِ رسول روح السنۃ کا اردو ترجمہ مع مختصر تشریح۔ (مطبوعہ)

(۱۲) درسِ فنا:- درویشی کی تعلیم اور بے خودی و فنائیت سے آشنا کرنے والی کتاب جو سیدنا ابوالعلی اکبر آبادی علیہ الرحمہ کی تعلیمات کی روشنی میں نہایت سہل انداز میں لکھی گئی ہے، تصوف سے ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک نعمت عظیمہ ہے، (مطبوعہ)

(۱۳) قواعد اربعہ:- انسان کو دین دار بنانے والے چار قواعد سیدنا احمد بن ادریس شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طالبانِ راہِ حق کے لئے بیش بہا ہدایت نامہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی تشریح و ترجمے کے ساتھ عمدہ انداز سے مطبوع ہے۔ اس کتاب میں جو قواعد بتائے گئے ہیں اگر ان پر پوری توجہ سے عمل کرلیا جائے تو گناہوں سے بچنا بالکل آسان ہوجائے۔ آخر میں کنزالعمال شریف سے چالیس حدیثوں کی نہایت جامع ایک روایت مع ترجمہ درج ہے جو دین کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے، صرف سولہ صفحات کی یہ کتاب دریا کو کوزہ میں بند کردینے کے مصداق ہے۔ اس کے ناشر ڈاکٹر مزمل حسین صاحب ہیں ملنے کا پتہ مکتبہ محمدی۔ حویلی شاہزادگان شاہجہاں پور ضلع میرٹھ۔ درج ہے۔

ان کتب کے علاوہ ہوسکتا ہے اور بھی کتابیں ہوں۔ جن کا علم ہوسکا ان کا مختصر تبصرہ تحریر کردیا گیا۔ یہ ساری کتابیں اس وقت نایاب ہیں ضرورت ہے کہ اہل خیر حضرات ان کو شائع کرے ثواب عظیم کے مستحق ہوں۔ آپ کی ساری کتابوں میں رنگِ تصوف موجود ہے، اس لیے تصوف کا ذوق رکھنے والے حضرات خاص طور پر توجہ دیں تو یہ کام آسان ہوجائے۔

آپ کی تمام تحریریں عالمانہ ہوتے ہوئے عام فہم بھی ہیں جو اس دور کے لحاظ سے ایک بڑی خصوصیت کی حامل ہیں۔

آپ کے ورثہ آل اولاد خلفاء اساتذہ کے بارے میں معلومات ہنوز تشنہ ہیں آئندہ ان کا علم ہوا تو کچھ مزید لکھا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

خانوادۂ مفتئ اعظم کی فقہی خدمات

مفتی محمد اختر حسین قادری خلیل آبادی
خادم الافتاء واستاذ رئیس دارالعلوم علیمیہ، بستی، یوپی

اہمیت فقہ اسلامی:۔ فقہ اسلامی مذہب اسلام کا وہ عظیم الشان علمی و آئینی ذخیرہ ہے اور بیش قیمت سرمایہ ہے جس کی اہمیت و افادیت اور عظمت و رفعت کا تذکرہ کلام ربانی، حدیث نبوی اور کتب اسلامی وغیرہ میں جابجا دکھائی دیتا ہے بلکہ اکناف عالم میں اس سے بہتر آئین آج تک کسی آئین ساز کو پیش کرنے کی جرأت ہی نہ ہوسکی۔ فقہ اسلامی ہی وہ اصول و قانون ہے، جو انسان کے جملہ شعبہائے زندگی میں درپیش مسائل کی صحیح رہنمائی کرتا ہے، علامہ سید ظہیر احمد زیدی تلمیذ صدر الشریعہ سابق استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقم طراز ہیں۔

"احکام فقہ کی خصوصیت یہ ہیکہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے، افعال و اعمال انسانی کاکوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کیلئے فقۂ اسلام میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کیا گیا ہو، اگر کسی مسئلہ جزئی سے متعلق صراحتاً حکم نہ ملے تو ایسے اصول و قواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ وہ حکم معلوم کیا جاسکتا ہے فقہ اسلام نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن و معاشرت پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور ایک بہتر و صالح اور فلاحی معاشرہ قائم کیا ہے اور دنیا کی اسکی طرف رہنمائی کی ہے، بہت سے غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور انہوں نے اسکی جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف بھی کیا ہے۔"[1]

علم فقہ کی اہمیت و افادیت اسی بنا پر ہے کہ فقہ اسلامی بین الاقوامی سطح پر اپنی اہمیت و جامعیت کا اعتراف اپنوں اور غیروں سب سے کرا چکا ہے۔ دنیا کے کسی قانون ساز ادارہ نے آج تک ایسا کوئی جامع اور مکمل دستور زندگی پیش کیا ہے اور نہ کرسکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ مدوّن و مرتب قانون کسی انسان کی ذہنی پیداوار کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کا مصدر و مآخذ سرچشمۂ ہدایت کلام ربانی اور ارشادات نبی کریم علیہ السلام ہیں، اور اس کی تدوین و ترتیب کرنے والے برج فضل وکمال کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جن کے فہم ذکاء، حیفظ و بیدار مغزی، دقت نظر اور فراستِ کاملہ کا اعتراف سب نے کیا ہے۔

فقہائے اسلام:۔ ملت اسلامیہ کے جس طبقے نے مکمل تندہی، حاضر دماغی، مشقت و جانفشانی، خداداد صلاحیت و بصیرت اور کد وکاوش سے قرآن و حدیث سے ہزاروں کلیات و جزئیات کا استخراج فرمایا، پھر اسے اکنافِ عالم میں نہایت ذمہ داری و دیانتداری سے پھیلایا، اس فیروز بخت طبقہ کو تاریخ

اسلام اور زبانِ شرع میں فقہاء کے مقدس نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس مقدس جماعت نے آغازِ اسلام سے لیکر آج تک اپنی اپنی ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، قوتِ استدلال اور فکرِ سلیم کے ذریعے قوم و ملت کی رہنمائی فرمائی اور ان کی دینی ضرورتوں کو پورا کیا اور کر رہی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت کرتی رہیگی۔

ہندوستان میں تیرہویں صدی کے فقیہ اعظم مفتی نقی علی خان بریلوی:

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ خاکِ ہند کا خمیر علم و فضل، فکر و فن، حکمت و کمال سے گندھا ہوا ہے، اس خاک سے ہر قرن اور ہر زمانے میں علم و حکمت کے ایسے پیکر ابھرے جنہوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے تاریک دلوں میں حکمت و دانائی کا چراغ روشن کیا اور تفسیر و حدیث، منطق فلسفہ، فقہ و اصولِ فقہ غرضیکہ تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں جس کا اعتراف تاریخ کے ہر ہر ورق پہ نظر آتا ہے۔

ہندوستان کا وہ علاقہ جسے آج کل 'اتر پردیش' کہا جاتا ہے اس کی مردم خیز سرزمین سے بڑے بڑے نامور علماء و فضلاء، ادباء و شعراء اور محققین و مورخین پیدا ہوئے ہیں جن کی دینی، علمی، مذہبی، اصلاحی، سماجی اور سیاسی خدمات کو تاریخ میں نمایاں مقام ملا ہے۔

شہر بریلی اسی صوبۂ اتر پردیش کا وہ مشہور مقام ہے جہاں تیرہویں صدی میں چند ایسی شخصیتیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں جن کے گیسوئے علم و حکمت کی خوشبو سے ایک جہاں معطر ہے، جنہیں دنیا خاندانِ رضا کے نام سے جانتی ہے۔ اس خاندان کے نفوسِ قدسیہ نے سیاسی، سماجی، اصلاحی، تبلیغی، مذہبی اور دینی خدمات میں وہ نقوش قائم کئے ہیں جو تا قیامت تابندہ و درخشندہ رہیں گے، خصوصاً فقہ و افتاء میں ان کی عظیم خدمات کے سامنے تو آج عرب و عجم سجودِ نیاز لٹا رہے ہیں۔

مفتی نقی علی خاں کے والد ماجد: جب ہم تاریخ روہیل کھنڈ کا مطالعہ کرتے ہیں تو علمی دنیا میں وہاں ایک سے بڑھ کر ایک صاحب فضل و کمال دکھائی دیتے ہیں مگر تیرہویں صدی کے وسط میں فقہی میدان میں جن شخصیات کا نام سرفہرست نظر آتا ہے، ان میں ایک امام العلماء مولانا مفتی رضا علی خان بریلوی قدس سرہ العزیز ہیں جنہوں نے اپنی ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، عقلِ سلیم اور خداداد فقہی صلاحیت و لیاقت سے اقران و امثال پر فوقیت حاصل کی اور مکمل چونتیس برس تک اپنی فقیہانہ بالغ نظری سے قوم کو مستفیض فرمایا۔ مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری صاحب رقم طراز ہیں۔

" تیرھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے جد امجد امام العلماء مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء نے ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں بریلی کی سرزمین پر مسندِ افتاء کی بنیاد رکھی اور ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء تک فتوی نویسی کا کارِ گرانقدر بحسن وخوبی انجام دیا [۲]

مولانا رحمان علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

" مولانا رضا علی خاں ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے علوم درسیہ حاصل کرکے بعمر ۲۳ سال ۱۲۴۷ھ میں سندِ فراغت حاصل کرکے اماثل و اقران

کے منظور نظر اور مشہور اطراف زماں ہوئے۔ بالخصوص علم فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔" ۳

مفتی نقی علی بریلوی قدس سرہ: تیرہویں صدی ہجری ہی میں ایک دوسرا عبقری فقیہ جغرافیہ ہند پر اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مرجع فتاویٰ بن جاتا ہے جسے دنیا امام المتکلمین مفتی نقی علی خان بریلوی قدس سرہ کے نام سے جانتی ہے۔ ادیب شہیر مولانا یٰس اختر مصباحی مدظلہ العالی ارقام فرماتے ہیں۔

"امام المتکلمین مولانا نقی علی خان بریلوی قدس سرہ جمادی الآخر یا رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ سے حاصل کی، دقت نظر اور اصابت فکر میں یکتائے روزگار تھے بے پناہ فہم و فراست کے مالک تھے۔" ۴

مولانا سید شاہد علی رضوی تحریر فرماتے ہیں۔

"مفتی نقی علی خاں دقت نظر اور اصابت فکر میں یکتائے روزگار تھے بے پناہ فہم و فراست اور زیرکی و دانائی کے مالک تھے (چند سطر بعد) آپ نے مسند افتاء پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علماء و فقہاء سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ ہوگئے۔" ۵

ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب رقم طراز ہیں: "اللہ تعالیٰ نے جو دقت نظر، وَحِدتِ فکر، فہم صائب اور رائے ثاقب ان کو عطا فرمائی تھی معاصرین میں نظر نہیں آتی۔" ۶

مولانا رحمٰن علی خان لکھتے ہیں:

"عمر گرانمایہ خود باشاعت سنت و ازالۂ بدعت بسر بردہ یعنی تمام زندگی سنت و شریعت کی نشر و اشاعت اور بدعات و خرافات کے ختم کرنے میں گذاری۔" ۷

مقتدائے عرب و عجم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ مفتی نقی علی صاحب کی فکر رسا کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"جو دقت انظار وَحِدتِ افکار فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل و علا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔" ۸

فقہ و عقائد میں معتمد کامل: مفتی نقی علی خاں قدس سرہ بلاشبہ ایسے فقیہ نکتہ رس اور فقید المثال مفتی تھے جنہوں نے گذشتہ مسائل کو نکھارنے کے ساتھ ساتھ ان کی نوک و پلک کو بھی درست کیا اور پیچیدہ مسائل کی زلفوں کو بھی سنوارا۔ مفتی صاحب کو تعمق نظر، دور اندیشی اور غیر معمولی ذہانت و ذکاوت، وسعت مطالعہ، استحضار کلیات و جزئیات میں امتیاز حاصل تھا۔ شارع علیہ السلام کے احکام و ارشادات کے مزاج اور روح تک پہونچنے کا ذوق سلیم بھی انہیں میسر تھا وہ بلاشبہ تیرہویں صدی میں چرخ تفقہ کے ایسے بدر کامل تھے جن کی نوری شعاعوں کی برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا۔ آپ کی فقیہانہ صفات اور محققانہ

کمالات سے آپ کا فقیہہ اعظم ہونا آفتاب نیمروز کی مانند واضح ہے۔ اپنی تحریر کردہ عبارت کی توثیق میں مجدد عرب وعجم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے قلم حقیقت رقم سے نکلی ہوئی وہ عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جو حضرت مفتی نقی علی خاں قدس سرہ کی فقاہت کے تعلق سے آپ نے ارقام فرمائی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع وعقائد و فقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔ اوّل اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاش للہ نہ اس لیے کر وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے بلکہ اس لیے کہ الحق والحق اُقول، الصدق واللہ یحب الصدق، میں نے اس طبیب حاذق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ اس جناب رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے، مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں۔ خادم کمینہ کو مراجعتِ کتب واستخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے، ظاہراً حکم یوں ہونا چاہئے جو وہ فرماتے وہی نکلتا۔ یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا۔" ۹

مذکورہ سطور کے ایک ایک لفظ سے شمس و امس کی مانند یہ حقیقت واضح ہو جارہی ہے کہ مفتی نقی علی قدس سرہ بلاشبہ تیرھویں صدی میں ہندوستان کے فقیہ اعظم تھے جن کی فقہی بصیرت اور تفقہ فی الدین کی نظیر ان کے معاصرین میں نہیں ملتی ہے۔

خاتم الفقہاء:- مفتی نقی علی خاں قدس سرہ کو پروردگار عالم نے تحقیق و تدقیق اور فقہی تبحر کے کس اعلیٰ مقام سے نوازا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کر امام احمد رضا قدس سرہ نے ان کے لیے خاتم اجلۃ الفقہاء جیسا عظیم لفظ منتخب کیا ہے چنانچہ جب مفتی صاحب کا وصال پُر ملال ہوا تو امام احمد رضا نے ان کی تاریخ وفات نکالتے ہوئے فرمایا۔ خاتم اجلۃ الفقھاء ۱۲۹۷ھ ۱۰

جامع علوم نقلیہ وعقلیہ: حضرت مفتی نقی علی خان قدس سرہ صرف فقہ و اصول فقہ پر ہی دستگاہ کامل نہیں رکھتے تھے بلکہ مختلف علوم و معارف کے گنجینہ اور پیکر تھے امام احمد رضا نے فرمایا ہے کہ اپنے والد محترم سے میں نے ۲۱ علوم وفنون حاصل کئے ان سارے علوم کو شمار کرانے کے بعد فرماتے ہیں۔

فھذہ إحدی و عشرون علما اخذت جلھا بل کلھا عن
امام العلماء خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد ۱۱

سلطان عقل: رب کائنات کی عظیم نعمتوں میں سے یہ بھی ایک لائق صد رشک نعمت ہے کہ پروردگار کسی کو عقل و شعور، فہم و فراست، ذکاوت و ذہانت، ہوش خرد، اور زیرکی و دانائی کی دولتِ بے بہا سے نواز دے۔ مفتی نقی علی خان قدس سرہٗ کو پروردگار نے اس نعمت عظمیٰ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ یہی سبب

ہے کہ مفتی صاحب کی سخن فہمی وزیرکی و دانشمندی کے بھی مداح تھے بلکہ عقل و شعور اور فکر و فن کا بادشاہ کہتے تھے، چنانچہ مولانا حسنین رضا خانصاحب لکھتے ہیں:

"مولانا نقی علی خان اپنے خاندان اور احباب میں سلطانِ عقل مشہور تھے" ۱۲

مرجع فتاویٰ: مفتی صاحب کی فقہی بصیرت اور علمی رسوخ کا تذکرہ ماسبق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا کوئی امر دشوار نہیں رہ جاتا ہے کہ مفتی صاحب بلاشبہ بزم علماء و محققین کے صدر نشین تھے۔ علماء کرام آپ کو اپنا معتمد اور مستند عالم بے بدل سمجھتے تھے۔ فقہی عبقریت کی بناء پر اپنے زمانے کے مرجع فتاویٰ تھے۔ چنانچہ مولانا حسنین رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا نقی علی خانصاحب بھی اپنے وقت کے مرجع فتاویٰ تھے" ۱۳

علامہ سید شاہد علی رامپوری رقمطراز ہیں: "آپ نے مسندِ افتاء پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علماء و فقہاء سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ ہو گئے۔" ۱۴

چودھویں صدی کے نصف اوّل میں عالم اسلام کے فقیہہ امام احمد رضا بریلوی:

مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ کے ہی نامور اور بلند اقبال فرزند، شہیرِ عرب و عجم مفتی عالم مولانا احمد رضا قادری بریلوی ہیں جو بریلی شہر میں ۱۸۵۶ء/۱۲۷۲ھ میں اس کائنات میں رونق افروز ہوئے جن کے علم و فن اور تحقیق و تدقیق نے مخالف و موافق سب کو اپنا مداح بنا رکھا ہے۔ عرب و عجم، شرق و غرب میں جن تحقیقاتِ علمیہ اور مہارتِ علوم عقلیہ و نقلیہ کے سامنے سر نیاز خم کرنے والوں کی لمبی قطاریں دکھائی دے رہی ہیں۔ ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

"كان عالماً متبحراً كثيرا لمطالعه واسع الاطلاع له قلم سيال و فكر حافل في التالف (الى عن قال) يندر نظيره في الاطلاع على الفقه الحنفي و جزئياته" ۱۵

بلاشبہ دو تین صدی کے اندر اُن جیسا کوئی فقیہہ پیدا نہیں ہوا اس پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ چودھویں صدی کے مجدد اعظم اور فقیہہ اعظم اسلام تھے جس کی شہادت سینکڑوں کتابیں خصوصاً فقۂ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا فتاویٰ رضویہ کا ذکر کافی ہے۔ اس کے مطالعہ سے حقیقت خود ہی آشکار ہو جائے گی۔ میری دانست کے مطابق اس عظیم فقیہہ، بے مثال محقق اور متبحر عالم کے تعارف میں اب تک تقریباً ۷۰۰ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ قافلہ ابھی رواں دواں ہے۔ اسلام کے اس مایہ ناز فرزند نے ۵۴ سال فتویٰ نویسی کی بے بہا خدمت انجام دیکر دنیا والوں کی نگاہوں کو اپنی علمی جولانگی، فقہی دقیقہ سنجی، جودتِ طبع اور فراست و حکمت کی روشنی سے چکا چوند کر دیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

چودھویں صدی کے نصف آخر میں ہندوستان کے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی:

عالم اسلام کے اس عظیم متبحر عالم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بارگاہِ رب العزت میں ہاتھ

پھیلا کر دعا مانگی تھی۔

"اے مالک بے نیاز یارب کریم مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔" ١٦

ایک مرتبہ آپ اپنے پیر و مرشد کے جوار رحمت مارہرہ مطہرہ حاضر تھے وہیں زبدۃ المشائخ مولانا ابوالحسین نوری مارہروی نے آپ کو ایک فرزند ارجمند کے تولد کی بشارت دی، ساتھ ہی آل الرحمٰن نام بھی بتادیا۔ دوسرے دن جب بریلی سے ولادت کی خبر مارہرہ مطہرہ پہونچی تو حضرت نوری میاں قدس سرہٗ نے نومولود کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی منتخب فرمایا۔ امام احمد رضا نے ساتویں دن محمد نام پر عقیقہ کیا اور عرفی نام مصطفیٰ رضا پڑا۔ یہ وہی مصطفیٰ رضا ہیں جو بالیقین رضائے مصطفیٰ ہوگئے رب نے انہیں وہ عطا کیا جن کی نظیر اُن کے عہد میں نظر نہیں آتی۔ مفتی اعظم کی ولادت کے ٹھیک چھ ماہ بعد حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ بریلی شریف تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت کو مبارکبادی دیتے ہوئے اس بلند اقبال فرزند کے حق میں یہ بشارت دی اور پیش گوئی فرمائی۔

"یہ بچہ دین وملت کی بہت خدمت کریگا مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہونگے یہ فیض کا دریا بہائے گا۔" ١٧

امام احمد رضا کی دعائے سحرگاہی اور مرشدِ برحق کی بشارت عظمیٰ کا حسین پیکر اور اولیاء کاملین کی نگاہ عنایت کا عظیم شاہکار آگے چل کر عالم اسلام میں مفتی اعظم ہند کے نام سے مشہور ہوا۔

دیگر اساتذہ کرام کے علاوہ جملہ علوم وفنون کو سرکار اعلیٰ حضرت کی آغوشِ تربیت میں پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ فقیہ اسلام کی نگاہ کیمیا اثر نے علوم ومعارف کا گنجینہ خصوصاً فقہ وافتاء کا تاجدار بنا دیا۔ جودتِ طبع، فراست ودانائی، فضل وکمال، فقہی تبحر اور دقتِ نظر واصابت فکر گویا آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔

مفتی اعظم اور علماء عرب:- ایک وہ وقت تھا جب امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور علمی تحقیقات نے علماء عرب وعجم کو محو حیرت بنا رکھا تھا اور انہوں نے دل کھول کر امام کی بارگاہ میں ارمغانِ عقیدت پیش کیا تھا اور آپ کو شیخ العرب والعجم مانا پھر دنیا کی نگاہوں نے وہ وقت بھی دیکھا جب مفتی اعظم آسمانِ فقہ وافتاء پر آفتاب عالمتاب بن کر چمکے۔ صرف متحدہ ہندوستان کے علماء اہلسنت نے ہی آپ کو اپنا مقتدا اور امام نہ مانا بلکہ علماء حرمین طیبین نے بھی آپ کو اپنا شیخ تسلیم کیا۔ جب سعودی عرب میں نجدی فرعوں ابنِ سعود نے حجاج کرام پر ٹیکس لاگو کیا تو تمام علماء کرام خاموش تھے حیرت یہ ہے کہ نجدی علماء جو ہمیشہ حلال و حرام کا وظیفہ کرتے پھرتے ہیں انہوں نے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ یہ واقعہ فقیہ العصر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں، آپ لکھتے ہیں۔

"جب حضرت مفتی اعظم ہند حرمین طیبین حاضر ہوئے تو اس ناخدا ترس خونخوار درندے کی قلمرو میں بیٹھ کر مکہ معظمہ میں اس نجدی ٹیکس کے حرام وگناہ ہونے پر انتہائی مفصل مدلل عربی زبان میں فتویٰ

لکھا۔ جس کا نام القنابل الذرية علىٰ اوثان النجديه ہے جسے مطالعہ کر کے علماء حرمین طیبین نے متفقہ طور پر فرمایا ان هذا الا الهام اور متفقہ طور پر حضرت مفتی اعظم کو امام وقت شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن و احادیث و فقہ کے سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتی اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔

''اسی وجہ سے میں کہتا رہتا ہوں اور شیخ، شیخ الہند ہیں اور ہمارے شیخ، شیخ العرب والعجم ہیں'' ۱۸

حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی صاحب رقمطراز ہیں۔

''حضرت مفتی اعظم جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو علماء حجاز، ہند، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کے علماء عالم نے آپ سے مسائل دریافت کئے'' ۱۹

امام احمد رضا کے فتاویٰ پر تائیدی دستخط: حضور مفتی اعظم کے فقہی تبحر، وسعتِ مطالعہ، وقت نظر اور رسوخ فی العلم کا اندازہ آپ اس امر سے لگائیں کہ امام احمد رضا جیسے عبقری فقیہ اور مسلم الثبوت مفتی نے بھی اپنے کچھ فتاویٰ پر تائیدی دستخط کرائے چنانچہ مفتی سید شاہد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''امام احمد رضا قدس سرہ کو اپنے فرزند اصغر مفتی اعظم کی فقاہت و ثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاویٰ پر ان کے تائیدی دستخط کروائے تھے۔'' ۲۰

مرجع فتاویٰ:۔ حضور مفتی اعظم کی فقہی بصیرت، ژرف نگاہی، جزئیاتِ فقہ پر ید طولیٰ اور اصول و کلیات پر کامل دسترس نے آپ کو اپنے عہد میں مرجع فتاویٰ بنادیا۔ صرف ہندوستان میں نہیں دنیا کے گوشے گوشے سے آئے سوالوں کا جواب آپ نے فقہ حنفی کی روشنی میں عنایت فرمایا اور بے شمار لاینحل مسائل کو حل کیا۔ باتفاق علماء اہلسنت بلاشبہ آپ کی ذات مرجع فقہ وفتاویٰ تھی۔ چنانچہ نائب مفتی اعظم فقیہہ العصر علامہ مفتی شریف الحق امجدی رقم طراز ہیں۔

''جب تک حبرِ امت حضرت مفتی اعظم ہند باحیات تھے ان کی زندگی سارے علماء و مشائخ اور عوام وخواص کا مرجع تھی اور جب کسی بھی نئے یا قدیم حادثے کے بارے میں علماء اور مفتیانِ کرام کے مابین کوئی فروعی اختلاف ہوتا تو حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد قول فیصل ہوتا ان کے فرمان کو سبھی بلاچوں وچرا تسلیم کرلیتے، لیکن حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہمارا کوئی مرجع اعظم نہیں رہا۔'' ۲۱

اسی طرح ایک جگہ اور رقمطراز ہیں:

''اس وقت ہمارے سامنے ایسے مسائل ہیں جو لاینحل پڑے ہیں اور اب حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ جیسا معتمد و مستند مرجع نہیں۔'' ۲۲

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب بریلوی رقم فرماتے ہیں:

''آپ نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک لاکھوں فتاویٰ لکھے۔ اہل ہند وپاک اپنے الجھے

ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلہ میں فیصلہ کے لئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں" ۲۳

خلیفۂ مفتی اعظم حضرت قاری امانت رسول پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں۔

"سواد اعظم کے جمہور علماء کرام و مفتیان عظام مسائل شرعیہ میں آپ کی رائے کو حرف آخر تسلیم کرتے ہیں اور جب مسائل پیچیدہ میں الجھتے ہیں تو وہ حضور مفتی اعظم ہند کے ہی حضور زانوئے ادب تہہ کر کے ان مسائل پیچیدہ و لاینحل کو پیش کرتے۔ حضور مفتی اعظم ہند ان مسائل لاینحل کو چٹکیوں میں حل فرماتے ہوئے نظر آتے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے چودھویں صدی کے نصف سے ۱۴۰۲ھ تک کے عرصے میں ہزاروں قسم کے مسائل جدیدہ و پیچیدہ کا حل جس انداز میں قرآن مجید و حدیث حمید و فقہ سے استنباط فرمایا اسے دیکھ کر پوری دنیائے علم و عمل انگشت بدنداں ہے اکابر و مشائخ نے یوں ہی مفتی اعظم ہند نہیں فرمایا۔" ۲۴

ان اقوال و ارشادات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضور مفتی اعظم کی ذات بلاشبہ مرجع فقہ و فتاویٰ تھی اور سبھوں نے آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا ہے۔

فقہ کے کلیات و جزئیات پر استحضار کامل: فقہ پر کامل دستگاہ رب تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہے جس کے شکر سے زبان کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی ہے۔ جن نفوس قدسیہ کو یہ نعمت بے بہا حاصل ہے یقیناً وہ لائق صد رشک ہیں۔ فقیہ ہونا ایسا مشکل ترین امر ہے کہ جس کا اندازہ بخوبی ایک فقیہ کو ہی ہو سکتا ہے۔

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"مفتی ہونا آج کل بہت آسان سمجھا جانے لگا ہے مشہور ہے بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ دیکھ کر ہر اردو داں فتویٰ لکھ سکتا ہے لیکن مفتی اور فقیہ ہونا کتنا مشکل ہے یہ وہی جانتے ہیں جو کسی ذمہ دار دارالافتاء کی خدمت پر مامور ہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور فقیہ ہونا اخیر منزل ہے۔" ۲۵

فقیہ العصر شارح بخاری علیہ الرحمہ کے اس بیان سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ بلاشبہ فقہ و تفقہ نہایت اہم اور مشکل چیز ہے۔ جس کے لیے حفظ اور بیدار مغزی، ذہانت و فطانت، کلیات فقہ پر گہری نظر اور جزئیات پر کامل نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مفتی اعظم لاریب ایک عظیم فقیہ کے جملہ اوصاف کے حامل اور جامع تھے۔ فقہی جزئیات و کلیات ہمیشہ پیش نظر رہتے کوئی ایسا مسئلہ نہ در پیش ہوتا کہ مفتی اعظم اس پر جزئیہ نہ پیش کر دیتے۔ مفتی شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں:

"بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کوئی عبارت نہ ملتی تو میں اپنی صوابدید پر حکم لکھ دیتا کبھی دور دراز کی عبارت سے تائید لاتا۔ مگر مفتی اعظم ہند ان کتابوں کی عبارتیں جو دارالافتاء میں نہ تھیں، زبانی لکھوا دیتے میں حیران رہ جاتا، یا اللہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد

ہیں۔ پیچیدہ سے پیچیدہ، دقیق سے دقیق مسائل پر بدیہۃً ایسی تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس پر بڑی محنت سے تیاری کی ہے۔

"سب جانتے ہیں کہ کلام بہت کم فرماتے مگر جب ضرورت ہوتی تو ایسی بحث فرماتے کہ جملہ علماء انگشت بدنداں رہ جاتے۔ کسی مسئلہ میں فقہا کے متعدد اقوال ہیں تو سب دماغ میں ہر وقت حاضر رہتے۔ سب کے دلائل وجوہ ترجیح اور قول مختار و مفتی بہ پر تیقن اور ان سب اقوال پر اس کی وجہ سب ازبر۔" ۲۶

جانشین مفتی اعظم مفتی اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی ارقام فرماتے ہیں:

"مفتی اعظم علم کے بحر ذخار تھے۔ جزئیات حافظے سے بتا دیتے تھے۔ فتاویٰ قلم برداشتہ لکھ دیا کرتے تھے۔" ۲۷

یہ ایک جھلک تھی اظہار حقیقت اور اعتراف واقفیت کی۔ مگر اب آیئے میں آپ کو مفتی اعظم ہند کی فقہی جولانی اور کتب فقہ اور فتاویٰ پر ان کی نظر عمیق اور وسعت مطالعہ کے جوہر ان کے قلم حقیقت رقم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کی روشنی میں دکھاؤں تاکہ آپ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مفتی اعظم کی تحقیقات بدیعہ تدقیقات انیقہ اور افادات مسلمہ کو دیکھ کر ان کے فقہی مقام اور فقیہانہ بالغ نظری کا کچھ اندازہ لگا سکیں۔

مسئلہ تثویب اور مفتی اعظم ہند: فاسد عقائد و نظریات کی حامل دنیا کی سب سے زیادہ مکار و کیاد مذہبی تحریک کا نام وہابیت ہے جس کا ہر قدم امت مسلمہ کی تباہی و بربادی اور ان کے اندر انتشار و خلفشار کیلئے ہی اٹھتا ہے اور اپنے اسلاف سے ملت اسلامیہ کے رشتے کو توڑنے کی ہر ممکن جدوجہد کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی فتنہ انگیز تحریک کے ناپاک ہیولی سے یہ فتنہ بھی باہر نکلا ہے کہ اذان کے بعد جو صلوٰۃ پکاری جاتی ہے اور جسے عرف شرع میں تثویب کہتے ہیں یہ ناجائز و بدعت سیۂ ہے۔

مفتی اعظم کی بارگاہ میں استفتاء آیا آپ نے کتب فقہ سے تثویب کے جواز پر دلائل و شواہد کا عظیم گلدستہ پیش کر دیا اور فقہ و فتاویٰ کی تیس مستند و معتبر کتابوں سے مسئلہ کو واضح فرمایا جو رسالہ کی شکل میں "القول العجیب فی جواز التثویب" کے نام سے شائع ہوا۔ لیجئے اختصار کے ساتھ سوال و جواب ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ: از شہر محلہ اعظم نگر ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے، بعض لوگ اسے بدعت سیعہ کہتے ہیں۔

الجواب: اسے تثویب کہتے ہیں اور وہ اعلام بعد اعلام ہے بلاشبہ یہ جائز و مندوب و مستحسن ہے عامہ کتب معتبرہ میں اس کا جواز مزبور اور استحسان مسطور ہے، جو اسے بدعت سیعہ بتاتا ہے وہ جھوٹا ہے تمام علماء متاخرین پر استحسان بدعت سیعہ کا جھوٹا الزام لگاتا ہے۔...... حکم بیان کرنے کے بعد اب جو براہین پیش

کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دلائل وشواہد کا ایک سیل رواں ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا ہے۔ فرماتے ہیں در مختار میں ہے "یثوب بین الاذان والا قامة فی الکل للکل کا تعارفوه الا فی المغرب .اس کے بعد تقریباً تیس کتب کا ذکر فرما کر رقمطراز ہیں: بلاد اسلامیہ خود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں یہ تثویب بے نکیر جاری وساری ہے" ......۲۸ آپ فقہ کی کتابوں پر وسعت نظر اور جزئیات پر کامل استحضار کا جلوہ مفتی اعظم کی تصانیف میں اسی طرح جا بجا دیکھیں گے۔

بحر الرائق کی ایک عبارت اور مفتی اعظم کی تحقیق بدیع: وہابیوں نے علمِ غیب رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے کتنی گستاخانہ عبارتوں کے ذریعہ قلم کو آلودہ کیا ہے اسے بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان کی شقاوت قلبی ہی ہے کہ تنقیصِ رسالت کا ناپاک جذبہ ان کے دلوں میں بھرا پڑا ہے۔ یہ ظالم اتنے جری اور بے باک ہوتے ہیں کہ اجلہ علماء وفقہاء اسلام پر بھی بہتان طرازی کرنے میں ذرا نہیں شرماتے۔ ان کی جہالت وسفاہت کا ایک نمونہ پیش کرتا ہوں، پھر مفتی اعظم ہند نے کس بلیغ انداز سے ان کا رد فرما کر مسئلہ کو واضح کر دیا ہے، اسے بھی حیطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کروں گا۔

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ وہابیہ ملاعنہ علمِ غیب رسول کا بڑی شد ومد سے انکار کرتے ہیں، اور اپنے جھوٹے دعویٰ پر بے سر وپیر دلیلیں پیش کرتے ہیں انہی دلیلوں میں بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۹۴ مطبوعہ مصر کی یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں؛

وفی الخانیة والخلاصة لوتزوج بشهادة الله ورسوله لا ینعقد ویکفر لاعتقاده ان النبی ﷺ لعلم الغیب.

اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کے علم غیب کا اعتقاد کفر ہے۔

اس عبارت کے ساتھ ایک استفتاء مفتی اعظم قدس سرہٗ کے دار الافتاء میں آیا۔ مفتی اعظم نے فقہ کی متعدد مستند کتابوں سے اس کا جواب عنایت فرمایا اور بحر الرائق کی عبارت کا مطلب اور اس کی توضیح وتشریح فقہائے کرام وعلماء اعلام کے ارشادات کی روشنی میں اس اسلوب میں فرمائی کہ مخالفین کے استدلال کی پوری قلعی کھل گئی اور ان کے سارے بلند بانگ دعوے ھباءً منثورا ہو گئے۔

ہم آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ جواب کا خلاصہ نقل کرتے ہیں، مفتی اعظم فرماتے ہیں:

" مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ اگر کوئی شخص شہادت خدا ورسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرط انعقاد نکاح گواہوں کا رہنا ہے، حدیث میں ہے؛"لا نکاح الا بشهود"

(الف) اس میں بعض مجاہیل معتزلی نے اتنا اور بڑھا دیا کہ وہ مسلمان کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے رسول کے لئے علم غیب مانا۔

(ب) پھر یہ بتاویل علم ذاتی بعض حنفیہ نے بھی اسے اپنی تصانیف میں نقل کرلیا۔ مگر اس کی مرجوعیت

ظاہر کرتے ہوئے کہ علم صرف ذاتی ہی نہیں ہوتا، دوسری قسم عطائی بھی ہے۔تو جب یہ احتمال باقی ہے تو کافر نہیں کہا جاسکتا، اس احتمال کے ہوتے ہوئے یہ تکفیر صحیح نہیں۔ ۲۹

پھر اس قول کی مرجوعیت کو فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ ابن بزاز کردری، درمختار فتاویٰ شامی، تجنیس وغیرہ کی کثیر عبارت سے ثابت فرمایا۔اور علماء کرام اور فقہاء کی صراحت پیش فرمائی کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا۔اپنے قول کی تائید میں مفتی اعظم نے تاتارخانیہ، حجۃ، ملتقط، مضمرات، خزانۃ الروایات، معدن الحقائق وغیرہ کے اقوال معتبرہ نقل فرمائے اور مثل آفتاب عالم تاب مسئلہ کو ہر پہلو سے واضح فرمایا۔کوئی بھی منصف مزاج اگر چشم دل وا کرے تو اس کا نہاں خانۂ دل نوری کرنوں سے جگمگاتا دکھائی دے گا۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ مصطفویہ کا مطالعہ کریں۔

اعلیٰ حضرت کا ایک شعر اور مفتی اعظم : امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ایک شعر ہے۔

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

اس شعر کے پہلے مصرع پر بظاہر ایک اشکال وارد ہوتا ہے چنانچہ اپنی جماعت کے ایک تبحر عالم مسلم الثبوت استاذ و محقق حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بشکل استفتاء مفتی اعظم کے پاس سوال بھیجا، سوال اور پھر مختصر جواب کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر یاد حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم الخ بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات و صفات عزوجل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ ہے۔ مفتی اعظم نے اس کے جواب میں دو صفحہ پر مشتمل وہ تحقیق و تدقیق کا دریا بہایا کہ جس کو پڑھ کر روح تازہ ہو جاتی ہے۔ مفتی اعظم فرماتے ہیں۔

یہاں جواب یہ خیال میں آتا ہے کہ ساوے حلف بغیر اللہ مکروہ و حرام نہیں اور حرام و مکروہ حرمت و کراہت من تساویۃ الاقدام نہیں۔

اس کے بعد اس کی تشریح میں لمعات، مرقات، اشعۃ اللمعات، شرح مسلم وغیرہ سے حدیث و شرح حدیث پیش فرما کر مسئلہ کو خوب خوب واضح فرمایا اور پھر لکھا۔

(الف) یاد حضور کی قسم میں بھی یا تو قسم مراد نہیں بمجرد تقریر و تاکید مقصود ہے نہ قسم۔

(ب) یا قسم مقصود ہو تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں یا غیر خدا کی قسم ہے مگر نا جائز نہیں۔ یاد حضور یاد الٰہی ہی ہے حدیث قدسی میں ہے، جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی تو ذکر الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں۔ ۳۰

مفتی اعظم کی فقہی بصیرت اور تبحر علمی کے جلوے دیکھنے کے لئے ان کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے تو

حقیقت خود ہی آشکارا ہو جائے گی یہ تو ایک ہلکی سی جھلک تھی جو آپ نے دیکھی ہے مگر اسی سے آپکو یقین ہو گیا ہوگا کہ مولانا مصطفےٰ رضا بلاشبہ تیرھویں صدیں کے نصف آخر میں آسمان فقہ و افتاء کے نیر اعظم تھے۔

مفتی اعظم کی فقہی بصیرت ارباب فکر وفن کی نظر میں

حضرت محدث اعظم قدس سرہ' آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ اپنے وقت کے فقیہ و محدث اور بے مثال خطیب تھے۔ حضور مفتی اعظم کے بارے میں آپ کا تصور یہ تھا کہ بلاشبہ مفتی اعظم کے فتاوئی اور اُن کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا ہی ہمارے لیے ذریعۂ نجات ہے ان کے احکام کی پیروی ہم پر لازم ہے۔ چنانچہ محدث اعظم نے مفتیٔ اعظم کے ایک فتوئی کی تصدیق میں لکھا ہے هذا حکم العالم المطاع وما علینا الا الاتباع ۳۱

علامہ مدنی میاں مدظلہ العالی اپنے والد ماجد کے اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، "میرا خیال ہے کہ آج تک حضور مفتی اعظم ہند کا تعارف کراتے ہوئے جو کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ جو کچھ بھی لکھا جائے گا ان سب کو اگر ایک پلڑے میں اور محدث اعظم ہند کے قلم سے نکلے ہوئے اس فقرے کو دوسرے پلڑے پر رکھ دیا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہوگا" ۳۲

غزالیٔ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ پاکستان:۔

"حضور مفتی اعظم ہند تو مفتی عالم ہیں اس زمانے میں ان جیسا فقیہ و متقی میں نے دوسرا نہیں دیکھا" ۳۳

شمس العلماء مصنف قانون شریعت علامہ شمس الدین جونپوری:۔

"فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں میں ان کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا رہتا ہوں ان سے زیادہ بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی" ۳۴

حضور احسن العلماء علامہ سید مصطفیٰ حیدر حسن صاحب مارہروی:۔

"حضور مفتی اعظم جیسا متقی فقیہ جامع الفضائل میری نظر سے نہیں گذرا" ۳۵

سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی:۔

'حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بلاشبہ ان ہی اکابرین میں سے تھے جو دین وسنت کو فروغ دینے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ایک متبحر عالم مستند اور معتبر فقیہ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے ۳۶

حضور مفتی اعظم کی فقیہانہ بالغ نظری کے اعتراف میں یہ وہ اصحاب فضل وکمال رطب اللسان ہیں جو بجائے خود مسلم الثبوت ہستیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ میں نے چند ایک کے اقوال نقل کردیئے ہیں

ورنہ بے شمار علماء و فقہاء نے مفتی اعظم کی خدمت میں ارمغانِ عقیدت اور گلدستۂ خلوص پیش کیا ہے اور آپ کی فقہی بصیرت کو تسلیم کیا ہے۔

پندرہویں صدی کے فقیہ تاج الشریعۃ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی :۔

جانشین مفتی اعظم مفتی اختر رضا ازہری کی ولادت باسعادت ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء میں محلہ سوداگران بریلی میں ہوئی۔ محمد نام پر عقیقہ ہوا پکارنے کا نام محمد اسمٰعیل رضا اور عرف محمد اختر رضا تجویز ہوا۔ رسم بسم اللہ خوانی حضور مفتی اعظم نے ادا کرائی دارالعلوم منظر اسلام کے کہنہ مشق اساتذہ کرام سے علوم وفنون کا اکتساب کیا۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے وہاں آپ نے مسلسل تین سال تک فنِ تفسیر و حدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔ آپ بچپن سے ہی ذہانت و فطانت اور قوت حافظہ کے مالک تھے۔ جب ۱۹۶۶ء میں جامعہ ازہر سے فراغت ہوئی تو کرنل جمال عبدالناصر نے آپ کو بطور انعام جامعہ ازہر ایوارڈ پیش کیا۔ حضور مفتی اعظم کی دعائے سحر گاہی نے آپ کو علوم و معارف کا گنجینہ بنادیا اور آج دنیائے سنیت کے تاجدار جانے جاتے ہیں۔

فتویٰ نویسی :۔ حضرت ازہری میاں مدظلہ العالی مفتی اعظم اور مفتی سید افضل حسین صاحب کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے۔ مفتی اعظم کے پاس فتاویٰ کی کثرت کی وجہ سے کئی مفتی کام کرتے۔ مفتی اعظم نے فرمایا "اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔"

لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "آپ لوگ اختر میاں سلمہٗ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں" ۳۷

اسی دن سے لوگوں کا رجحان تاج الشریعۃ کی طرف ہوگیا آپ خود اپنے فتویٰ نویسی کی ابتدا یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں بچپن سے ہی حضرت مفتی اعظم سے داخلِ سلسلہ ہوگیا ہوں۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بناء پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیانِ کرام کی نگرانی میں مَیں یہ کام کرتا رہا۔ اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا کچھ دنوں کے بعد میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔" ۳۸

مولانا شہاب الدین رقمطراز ہیں:

"تقریباً چوبیس سال (مگر تقریباً ۴۱ سال) سے مسلسل مفتی اعظم قدس سرہٗ کے اس منصب کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ تاج الشریعۃ کے فتاویٰ اقصائے عالم میں سند کا درجہ رکھتے

ہیں ایک اندازے کے مطابق تادمِ تحریر (لیکن اب اس سے بھی زیادہ) فتاویٰ کے رجسٹروں کی تعداد اڑتیس سے متجاوز ہوگئی ہے"۔ ۳۹

مضمون کی ابتدا سے لیکر انتہا تک اگر آپ نے پڑھ لیا ہے تو آپ کو برملا اس بات کا اقرار کرنا ہی پڑے گا کہ مفتی اعظم کے خانوادہ نے فقہ حنفی کی جو خدمات انجام دی ہے اور دے رہے ہیں ہندوستان کی تاریخ میں بمشکل کوئی خانوادہ اس کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ سچ ہے. ایں خانہ ہمہ آفتاب است

پروردگار عالم اس عظیم نعمت اور لازوال دولت کو اس خاندان میں ہمیشہ برقرار رکھے اور بیش از بیش ان کے فیوض و برکات سے عالم اسلام کو مستفیض فرمائے۔ (آمین)



کتابیات

۱ آداب الافتاء ص ۱۰ ۲ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۴۷
۳ تین برگزیدہ شخصیتیں ص ۸ ۴ دبستانِ رضا ص ۱۲
۵ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۴۷ ۶ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۶
۷ تذکرۂ علماء ہند ص ۲۴۴ ۸ جواہر البیان فی اسرار الارکان ص ۲۰۶
۹ الفتاویٰ الرضویہ ج ۱۲ ص ۱۳۰/۱۳۱ ۱۰ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۷
۱۱ الاجازات المتینہ ص ۳۲ ۱۲ سیرتِ اعلیٰ حضرت ص ۵۲
۱۳ سیرتِ اعلیٰ حضرت ص ۴۲ ۱۴ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ص ۷۵
۱۵ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۱ ۱۶ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۹۱
۱۷ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۵۰۳ ۱۸ مفتیٔ اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں ص ۸
۱۹ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۸۴/۸۸ ۲۰ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۸۴/۸۸
۲۱ صحیفۂ فقہ اسلامی ج ۱ ص ۱۲ ۲۲ صحیفۂ فقہ اسلامی ج ۱ ص ۱۳
۲۳ مقدمہ فتاویٰ مصطفویہ ج ۳ ص ۹ ۲۴ پندرہویں صدی کے مجدد ص ۱۲
۲۵ انوار مفتی اعظم ص ۲۴۹ ۲۶ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۵۴/۵۵
۲۷ حجاز جدید مفتی اعظم نمبر ص ۸ ستمبر ۹۰ء ۲۸ القول العجیب ص ۸
۲۹ فتاویٰ مصطفویہ ج ۱ ص ۸/۹ ۳۰ فتاویٰ مصطفویہ ج ۳ ص ۲۳۵/۲۳۶
۳۱ استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ص ۵۵۷/۵۵۸ ۳۲ استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ص ۵۵۷/۵۵۸
۳۳ پندرہویں صدی کے مجدد ص ۱۸ ۳۴ استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ص ۵۵۹
۳۵ پندرہویں صدی کے مجدد ص ۱۷ ۳۶ استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ص ۳۴
۳۷ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۱۵۲ ۳۸ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۱۵۲
۳۹ مفتیٔ اعظم اوران کے خلفاء ج ۱ ص ۱۵۳

تحریر: محمد سراج الدین شریفی ۔ سہرام، بہار

حکیم الامت کی خدمات اور ان کی تصانیف کی عوامی اہمیت و افادیت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے معتمد علیہ، ان کے مذہبی و سیاسی افکار و نظریات کے امین و نقیب، دو قومی نظریہ کے مشہور و مبلغ، اپنے زمانے میں اردو کی پہلی اصح محشہ تفسیر کے مفسر، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی کے استاذ و مرشد، استاذ العلماء حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات عظیمہ مذہبی و سیاسی ہر دو لحاظ سے عظیم و مثالی ہیں، جن پر سنّی دنیا جتنا فخر و ناز کرے کم ہے۔

ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب "حیات صدر الافاضل" کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو مملکت پاکستان وجود میں آئی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس مملکت کے دستور کی طرف توجہ دی، چنانچہ ۱۹۴۸ء میں ناظم اعلیٰ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی پاکستان تشریف لائے۔ کراچی اور لاہور کے علماء سے تبادلۂ خیال کیا۔ طے یہ پایا کہ مولانا موصوف اسلامی دستور کا خاکہ بنا کر پیش کر دیں جو قومی اسمبلی سے منظور کرالیا جائے گا، لیکن اچانک علالت جان لیوا ثابت ہوئی، گیارہ دفعات تحریر کرنے پائے تھے کہ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں وصال فرمایا۔"

(بحوالہ ماہ نامہ "معارف رضا" کراچی اگست ۲۰۰۰ ص ۱۴)

خزائن العرفان شائع ہونے سے پہلے تک مخالفین مفسرین خاندانِ ولی اللہی کے نام پر تحریف شدہ تفسیریں پھیلا رہے تھے جو اسلام و سنیت سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ اس طرح وہابیت نے بد مذہبیت و گمراہیت کو فروغ دیا۔ اس تاریکی میں مذکورہ تفسیر ایک طرف جہاں تفہیم قرآن کے سلسلے میں عوام و خواص کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہوئی تو دوسری طرف بعد کے مفسرین کیلئے ایک ماخذ عظیم۔ یہ وہ دور تھا جبکہ اردو دنیا پر عربی و فارسی کا رنگ غالب تھا۔ اس لیے بعد کے زمانے میں عوامی استفادہ کے پیش نظر تفہیم قرآن کیلئے ایک آسان اور عام فہم تفسیر کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس کار عظیم کو سرانجام دینے کیلئے جو شخصیت سامنے آئی، وہ تھی مفتی احمد یار خاں نعیمی کی ذات بابرکات۔ جنھیں بعد میں حکیم الامت کا باوقار لقب حاصل ہوا۔ بلاشبہ مفتی احمد یار خاں صاحب کی ذات حضرت صدر الافاضل کے ارشد تلامذہ و مریدین صادقہ میں سب سے ممتاز حیثیت کی حامل تھی۔ وہ تحریری خدمات کے اعتبار سے اپنے زمانے میں سالار قافلہ تھے اور فاضل بریلوی کے بعد سب سے بڑے مصنف تھے۔

حضرت حکیم الامت نے نہ صرف یہ کہ چشمِ ظاہری و باطنی سے اعلیٰ حضرت کا دیدار پُر انوار کیا تھا بلکہ اُن سے فیض بے بہا بھی حاصل کیا تھا۔ وہ خود تحریر فرماتے ہیں:

"میری عمر اس وقت دس بارہ کے لگ بھگ ہوگی اور میں بدایوں میں تھا، ان دنوں ستائیس رجب قریب تھی، اعلیٰ حضرت کے یہاں تقریب معراج کی تیاریاں زوروں پر تھیں، آپ اس تقریب کیلئے بڑا اہتمام فرماتے۔ اس مصروفیت کے باعث ہمیں صرف ایک مجلس میں حاضری نصیب ہوسکی جس میں اعلیٰ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔"

(بحوالہ "مراۃ المناجیح مشکوۃ المصابیح" جلد اوّل، ناشر ادارہ استقامت کانپور ص ۴۸۸)

حضرت مفتی صاحب مرحوم و مغفور شاعری میں اپنا تخلص سالک اختیار کرتے تھے۔ ان کا دیوان "دیوانِ سالک" اور ان کی سوانح حیات "حیاتِ سالک" پاکستان میں شائع ہو چکی ہے۔ ان کے نوکِ قلم سے سینکڑوں تصانیف معرضِ وجود میں آئیں اور ان میں سے اکثر زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مقبولِ عام و خاص ہوئیں اور دنیائے سنیت میں اپنا معتبر نام حاصل کر گئیں۔ وہ اس معنی میں بھی خوش قسمت تھے کہ ان کی بہت سی تصانیف ان کی زندگی ہی میں شائع ہو گئی تھیں۔ ان کی تصانیف جامع، معلوماتی، عام فہم اور باطل فرقوں کی نقاب کشائی کرتی ہیں اور ان کے اعتراضات کے عام فہم جوابات فراہم کرتی ہیں۔ اور اس طرح وہ مسلکی اعتبار سے مبلغانہ حیثیت کی حامل ہیں، جن کی ورق گردانی کر کے بے حساب لوگ مقرر و مصنف بن گئے۔ مذکورہ سینکڑوں نقوش میں چار نقش ایسے ہیں جن کا اظہار و اذکار میرا مقصد ہے اور جن سے عوام تو پورے طور پر خواص بھی بہت حد تک ناواقف ہیں، جبکہ وہ علم و معلومات کی بے بہا دولت اور عوامی استفادہ کے اعتبار سے بہت اہم ہیں۔

اوّل مختصر تفسیر "نور العرفان" جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ترجمہ کے ساتھ کانپور سے شائع ہوئی ہے۔ دوّم مفصل تفسیر قرآن اشرف التفاسیر جو "تفسیر نعیمی" کے نام سے مشہور ہے۔ قربان جایئے ان کے حسنِ ارادت پر کہ اپنی تفسیر کو اپنے شیخ کی طرف موسوم کیا۔ مفتی صاحب نے اپنی زندگی میں گیارہ پاروں کو گیارہ جلدوں میں تحریر فرمایا۔ اس کی امتیازی شان یہ ہے کہ اس میں مفتی صاحب نے اپنے ترجمے کے ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ اور جیسا کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علماء کلامِ الٰہی کے ظاہری معنی پر غور و خوض کرتے ہیں جبکہ صوفیاء باطنی معنی پر۔ غالباً اسی امر کے پیشِ نظر مفتی صاحب نے آیات قرآنیہ کی عام تفسیر کے علاوہ ان کی صوفیانہ تفسیر بھی پیش کی ہے۔ اس پیشکش سے علمِ تصوف میں ان کے وسعتِ مطالعہ اور گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ مفتی صاحب خود تحریر فرماتے ہیں:

"یہ تفسیر، تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، تفسیر عزیزی، تفسیر مدارک، اور تفسیر ابن عربی کا گویا خلاصہ ہے۔ اردو تفاسیر میں سب سے بہتر تفسیر خزائن العرفان ہے۔ اس کو مشعلِ راہ بنایا گیا ہے گویا یہ تفسیر اس کی تفصیل ہے۔"

(بحوالہ دیباچہ بر تفسیر نعیمی جلد اوّل، ناشر مکتبہ اسلامیہ لاہور)

بعدہٗ ان کے لائق و فائق جانشینوں نے سترہ پاروں تک مکمل کر کے شائع کر دیا ہے۔ ہر جلد چھ سو

سے نوسو صفحات پر مشتمل ہے۔ سوم مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح مع ترجمہ تحریر فرمائی۔ یہ شاہکار تصنیف نو جلدوں پر مشتمل ہے، اور پہلی جلد پانچ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ چہارم' بخاری شریف کی عربی شرح بنام نعیم الباری تاریخی نام انشراح البخاری تصنیف فرمائی۔ اپنی تصنیفات کے سلسلے میں وہ تحریر فرماتے ہیں،

"ان حالات کے پیش نظر اس حقیر نے اپنے رب کے کرم اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہربانی سے قرآن شریف کے اگلے تین پاروں کی اردو زبان میں ایک مفصل تفسیر مسمی ''اشرف التفاسیر'' لکھی اور تیسوں پاروں کی ایک مختصر اور جامع تفسیر مسمّٰی'' نور العرفان'' تصنیف کی۔ جس میں ضروریات زمانہ کے لحاظ سے فوائد وسوال جواب وغیرہ ہیں۔ ادھر بخاری شریف کی شرح عربی زبان میں یعنی کلام حبیب کی شرح زبان حبیب میں مسمّٰی باسم تاریخی'' انشراح البخاری المعروف نعیم الباری'' تصنیف کی۔ عرصہ سے خیال تھا کہ مشکوٰۃ شریف جو فن حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے اور کتب احادیث کی جامع جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب وعجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے اور عربی، فارسی اور اردو میں اس کی بہت سی شرحیں لکھی جاچکی ہیں، اس کی اردو میں ایسی شرح لکھوں جو طلباء، علماء اور عوام المسلمین کو یکساں مفید ہو۔ اور جس میں نئے مذاہب اور ان کے احادیث پر اعتراضات کے جوابات بھی ہوں کیونکہ مرقات و لمعات کے زمانہ میں دنیا کا رنگ اور تھا۔ انہوں نے اس وقت کی ضروریات کے لحاظ سے شرحیں لکھیں۔''

(بحوالہ مراۃ المناجیح، صفحہ ۵، ناشر ادارہ استقامت کانپور)

راقم الحروف اگلی سطور میں ''نور العرفان'' کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کرے گا۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ مجھے اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب کوئی غیر عالم کسی عالم سے استفسار کرتا ہے کہ میرے لیے کون سی تفسیر مفید ہوگی تو ہر جگہ ایک ہی جواب دیا جاتا ہے کہ ''خزائن العرفان''۔ اسی طرح اردو کی فقہی کتابوں کے سلسلے میں ''بہار شریعت'' کی نشاندہی کی جاتی ہے، جبکہ یہ کتاب فی زمانہ زیر تعلیم طلباء مدارس اور علماء کے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ میں نے بہت شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے کہ مذکورہ استفسارات کے سلسلے میں تفسیر ''نور العرفان'' اور فقہی کتابوں میں'' قانون شریعت'' از مولانا شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ کا کہیں بھی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ کوئی قلم کار قلم اٹھاتا ہے تو وہ بھی مذکورہ بالا دونوں تصانیف کی ہی مداح سرائی کرتا ہے۔ یعنی علماء کرام ان کتابوں کو اپنی نظر سے دیکھتے اور تولتے ہیں، کبھی اپنی سطح سے نیچے اتر کر عوامی نظر سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس طرح عوام اہلسنت اس غیر دوراندیشی کے باعث دونوں کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھاسکے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عوامی افادیت کے پیش نظر تفہیم قرآن کیلئے ''نور العرفان'' اور تفہیم فقہ یعنی اسلامی اصول وقوانین حیات سے ممات تک کو جاننے کیلئے ''قانون شریعت'' سے بہتر جامع وعام فہم شاہکار تصنیف اب تک ہندوستان میں سامنے نہیں آئی ہے۔ جس میں بجائے ابحاث وتفصیلات

کے صرف راجح احکام کو عام فہم زبان و بیان کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ اور کمال علم وفن کا مظاہرہ کرتے ہوئے "بہار شریعت" کی سترہ جلدوں کو "قانونِ شریعت" کی صرف دو جلدوں میں نچوڑ دیا گیا ہے۔ "نور العرفان" کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آیات و واقعات کی تفصیلات زیادہ مقدار میں پیش کی گئی ہیں۔ اس کی زبان و بیان بھی عام فہم ہے اس لئے یہ سب سے زیادہ مفید اور معلوماتی ہے۔ اس کے ذریعے عام قاری کو تفہیم قرآن کی نسبت آسانی کے علاوہ دیگر متعلقہ علم و معلومات کا وافر حصہ مل جاتا ہے۔ حالانکہ نور العرفان میں جگہ جگہ خزائن العرفان کے حوالے بھی ملتے ہیں، اس کی وجہ غالباً مفتی صاحب کی اپنے شیخ کی نسبت عقیدت و ارادت کا اظہار مقصود ہے۔ بلاشبہ یہ جذبہ نیک نفسی اور خوش بختی کی علامت ہے۔

میرے سامنے ادارہ استقامت کانپور کے اہتمام سے امپریل پریس لال کنواں دہلی کا مطبوعہ نسخہ ہے، جس کی حسبِ ذیل علماء کرام نے تصحیح فرمائی ہے، استاذ العلماء سید علی صاحب گجرات، مفتی حبیب احمد صاحب سیالکوٹ، مولانا احمد حسن صاحب نوری، مفتی اعجاز ولی صاحب رضوی لاہور، استاذ العلماء مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی، یہ دونوں صاحبان حکیم الامت مرحوم کے جانشین ہیں، مفتی افتخار احمد صاحب ایم. اے گجرات اور خود مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی۔ اس تصحیح کے بعد بھی اگر کوئی نقصِ صحت اس تفسیر میں موجود ہو تو کوئی عجب نہیں کیونکہ اس دنیا میں ایسی کوئی کتاب نہیں جو کتابت و طباعت کی خامیوں سے پوری طرح پاک ہو۔

استاذ العلماء، صدر شعبۂ عربی ادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، علامہ محمد احمد مصباحی تحریر فرماتے ہیں

"حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ ہند و پاک کی مقتدر شخصیتوں میں سے ہیں جن کے دم سے علم و عمل کی بہاریں قائم ہیں اور اپنے پیچھے جنہوں نے عظیم تصنیفی سرمایہ چھوڑا۔ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ قدر ان کا وہ خلوصِ عمل اور جذبۂ دل ہے جس نے دین کی خاطر انہیں زندگی بھر متحرک و فعال رکھا۔ وہ یک تنہا تھے مگر ان کی گوناگوں خوبیوں اور عظیم کارناموں کے پیشِ نظر بلا جھجک کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک فعال اکیڈمی اور ایک زندہ تنظیم کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ماہ شوال ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں بمقام اوجھانی ضلع بدایوں، یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے .... ان کا خاندان یوسف زئی پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتا ہے، جس کے کچھ افراد غالباً مغل دور میں افغانستان سے ہندوستان آئے تھے۔"

(بحوالہ تعارفی نوٹ بر مراۃ المناجیح ص ۴۸۸)

وہ اتنے ذہین و فطین تھے کہ استاذ کی پوری تقریر رفقائے درس کو سنادیتے، مزید اعتراضات و جوابات بھی پیش کرتے۔ مفتی صاحب کی دین داری کا گراف اتنا بلند تھا کہ آخری سالوں میں انہیں یہ احساس زیادہ ستانے لگا کہ خواتین میں علمِ دین کا فقدان ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے انہوں نے خواتین کو دینی تعلیم دینے والی ایک ٹیم خود اپنے گھر میں پیدا کردی۔ اپنی بڑی بہو اور چھوٹی صاحبزادی کو مشکوۃ و بخاری کا

ترجمہ چار سالوں میں پڑھایا ،صرف ونحو کے ضروری قواعد اور عربی میں بول چال کی کچھ مشق کراتے رہے۔ انہیں وعظ کہنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ آگے چل کر ان بیٹیوں نے دیگر خواتین و طالبات کی کلاسیں لگا کر انہیں پڑھانا شروع کیا۔ یہ طریقہ اس قدر فیض رساں ثابت ہوا کہ مفتی صاحب کی وفات تک تقریباً چار سو بچیاں اور خواتین ان کے گھر کے اس ''مدرسہ دینیات'' میں پڑھ کر فارغ ہو چکی تھیں موجودہ زمانہ میں ایسی خوبیوں سے متصف علماء کا فقدان ہے۔ ان احوال کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ مفتی صاحب کا گھر اس قرآنی دعا کا ثمرہ یا نمونہ ہے، ''اے ہمارے رب ہمارے لئے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔''

مفتی صاحب کے اعمال و اشغال، تدریس و تصنیف، مطالعہ، درس قرآن، عبادت و تلاوت، اخبار نویسی، تفریح و ملاقات وغیرہ تھے۔ ان تمام کاموں کے لئے انہوں نے اپنے اوقات کو بڑے سلیقے سے تقسیم کر رکھا تھا، اور ہر کام کو اس کے مقررہ وقت پر ہی کرتے۔ نماز باجماعت کی بہت سختی سے پابندی کرتے۔ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہونے دیتے تھے۔ سفر و حضر ہر حالت میں تہجد بھی پڑھا کرتے۔ اکثر درود شریف کا ورد کرتے یہ ان کے لئے روحانی غذا کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں ذرا سا موقع پاتے درود شریف کا ورد شروع کر دیتے، یہاں تک کہ گفتگو کے دوران جب ان کا مخاطب بات کرتا تو اس وقفہ میں وہ درود پڑھ لیا کرتے تھے۔ لوگوں کے آپسی تنازعات کا تصفیہ کرنے میں بھی ان کو خدا داد ملکہ حاصل تھا۔ لوگ آپس میں کٹنے مرنے کے لئے آمادگی کی حالت میں ہوتے لیکن جب معاملہ مفتی صاحب کی عدالت میں پہنچتا تو ایسا شاندار فیصلہ کرتے کہ فریقین خوش ہو کر آپس میں مل جل کر زندگی گذارنے کا حوصلہ لے کر اٹھتے تھے۔

مفتی صاحب نے بیعت و ارادت کا شرف حضرت صدر الافاضل سے حاصل کیا تھا اور خلافت مولانا الحاج سید محمد شاہ محی الدین اشرف عرف اچھے میاں سے پائی۔ انہوں نے شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بھی براہ راست روحانی و عرفانی اکتساب فیض کیا تھا۔ چنانچہ حضرت اشرفی میاں کی نگاہ میں مفتی صاحب کا ذوقِ عرفان ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ آخری غسل اور تجہیز و تکفین کیلئے حضرت مفتی صاحب کو ہی سربراہ بنانے کی وصیت فرمائی۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس پر اکابر علماء و مشائخ دم بخود تھے۔ مفتی صاحب نے عربی کے حساب سے ۶۷ اور انگریزی کے حساب سے ۶۵ سال کی عمر پائی اور تقریباً پچاس سال تک تدریسی و تحریری خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں اس دارفانی کو الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج ان کے دونوں جانشینِ عظام مفتی صاحب مرحوم و مغفور کے ادھورے کاموں کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں پورے طور پر کامیابیوں سے سرفراز کرے۔ آمین۔ آمین۔ آمین، بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بطور نمونہ ''مراۃ المناجیح'' باب القدر کی آیت: يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَ ذَالِكَ فِي

اَلْمُکَذِّبِیْنَ بِالْقَدَرِ کے تحت حضرت حکیم الامت کی شرح کا ایک سبق آموز اقتباس ملاحظہ فرمائیں،

''ظاہر یہ ہے کہ یہاں خسف اور مسخ کے حقیقی معنی مراد ہیں۔ واقعی آخر زمانے میں بعض منکرین تقدیر قارون کی طرح زمین میں دھنسائے جائیں گے اور بعض ایلہ والوں کی طرح بندر و سؤر بنیں گے۔ خیال رہے کہ حضور کی تشریف آوری کے بعد اس قسم کے عام عذاب تا قیامت بند ہو گئے، خصوصی عذاب آئیں گے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ ''مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُم...'' کہ وہاں عمومی عذاب کی نفی ہے اور یہاں خصوصی کا ثبوت۔ بعض نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میری امت میں مسخ اور خسف ہوتا تو قدریوں میں ہوتا۔ بعض نے فرمایا کہ قدریوں کو یہ عذاب قیامت میں ہوگا، کہ میدانِ حشر میں اُن کے منہ کالے ہوں گے اور پُل صراط سے گرا کر جہنم میں دھنسائے جائیں گے۔ مگر پہلے معنیٰ زیادہ قوی ہیں۔ اُمت سے مراد اُمتِ اجابت یعنی کلمہ گو ہیں (قومی مسلمان) مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم کے خالق دو ہیں، خیر کا خالق یزدان اور شر کا خالق اہرمن یعنی شیطان۔ ایسے ہی قدریہ اپنے کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں لہٰذا وہ مجوس سے بدتر ہوئے۔ وہ صرف دو خالق مانتے ہیں اور یہ لاکھوں۔ ان کا مکمل بائیکاٹ کرو تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلیں۔ بائیکاٹ بڑا اکمل علاج ہے۔ رب تعالیٰ نافرمان بیویوں کے متعلق فرماتا ہے'' وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ ''۔ خیال رہے کہ مومن کو بے دین سے ایسی ہی علیحدگی چاہیے کہ موت اور زندگی میں اُن سے الگ رہے۔ جان بچانا ہے تو سانپ سے بھاگو، ایمان بچانا ہے تو بے دینوں سے بھاگو۔ قدریہ تو کافر ہیں یا گمراہ بہرحال ان کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ محبت اور ملاپ کے طور پر تبلیغ یا مناظرہ کے لئے ٹھوس علماء کا ان کے پاس جانا جائز ہے۔ پلپلے مسلمان بہرحال اس سے بچیں۔ فی زمانہ قادیانیوں، وہابیوں اور روافض سب کا یہی حکم ہے۔ اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو یہ دین پھیلتے ہی نہیں۔ رب فرماتا ہے،'' فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ''یعنی انہیں حاکم یا پنچ نہ بناؤ یا ان سے بات چیت یا مناظرے کی ابتدا نہ کرو تاکہ فتنہ نہ ہو۔ اس سے پتہ لگا کہ بے دینوں کے جلسے میں جانا، ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا، انہیں دعوت کھلانا سب ناجائز ہے۔

(وقت کا تقاضا یہ ہے کہ عوام اہلسنّت کو علماء اہلسنّت کے حوالے سے اسلامیات کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ موجودہ تیز و تند ہواؤں کا از خود مضبوطی کیساتھ مقابلہ کرسکیں۔ عوام اہلسنّت کا ذوق جو بگڑ گیا ہے وہ صرف تقریروں سے، اعراس اور جلسوں سے تعلق رکھتا ہے اسے تحریر کی طرف موڑ دیا جائے۔ اس مقصد کیلئے حکیم الامت کی تصانیف بہترین ساتھی اور مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔ بہت سخت ضرورت ہے کہ علماء اہلسنّت عوام اہلسنّت کے بگڑے ہوئے ذوق کو بنانے میں اپنے کردار کو ذمہ داری کے ساتھ اور بامقصد طریقے پر ادا کریں۔)



تاجدار ولایت حضرت سید شاہ عبد اللہ حسینی رضی اللہ عنہ

از قلم: سید محمد تنویر ہاشمی جامعہ ہاشم پیر بیجاپور

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا (پ۲۲) اے نبی ﷺ کے گھر والو اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ میں اپنے حبیب ﷺ کے مقدس گھرانے کی شان وعظمت درجات و مراتب بیان فرمارہا ہے۔ حضرت امام طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ آیتِ کریمہ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے آل محمد ﷺ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے بری باتوں اور فحش چیزوں کو دور رکھے اور تمہیں گناہوں کے میل کچیل سے صاف رکھے۔ (الشرف المؤبد)

حضرت سعید بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ سے اہل بیت مراد ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک رکھا اور انھیں مخصوص رحمت سے نواز۔ حضرت علامہ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں جو رِجْسَ کا لفظ ہے وہ گناہ، عذاب، نجاستوں اور نقائص کے معنی پر بولا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں اپنے پیارے نبی ﷺ کے اہلِ بیت سے دور فرمادیئے۔ (الشرف المؤبد)

مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت سے مراد اہل عبا ہیں یعنی اللہ کے رسول ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعدد روایتوں سے یہ مراد ثابت ہیکہ نبی اکرم ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ حضرت فاطمہ زہرا حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے حضور ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لاکر حضرت علی، حضرت زہرا کو قریب کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور حسنین کریمین کو ایک ایک ران پر بٹھایا پھر ان پر اپنی چادر مبارک لپیٹی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا اور ایک روایت میں ہیکہ اس طرح فرمایا اللّٰھم ھٰؤلاءِ اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس ویطھر ھم تطھرا یعنی اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے ہر ناپاکی دور فرما اور انھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (الشرف المؤبد)

اللہ کے رسول ﷺ کے مقدس اور عظیم خاندان کو پروردگار عالم نے بے پناہ خصوصیات سے نوازا ہے۔ لہٰذا (۱) مسلم شریف میں ہے کہ اہل بیت کرام کو زکوۃ اور صدقۂ واجبہ دینا حرام ہے۔ (۲) الشرف

المؤید میں امام نبہانی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں قبیلہ کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اہلِ بیت کرام حسب ونسب میں سارے انسانوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔ (۳) قیامت کے دن ہر رشتہ داری اور نسب منقطع ہو جائے گا مگر سرکار اقدس ﷺ کی رشتہ داری منقطع نہ ہوگی۔ (۴) اہل بیت میں سے جو ظاہری طور پر بے عمل ہو اس کی بھی تعظیم کا حکم ہے چنانچہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سید سے جب تک کفر نہ صادر ہو واجب التعظیم ہے۔ (حجت واہرہ) (۵) اہل بیت کی ایک شان یہ بھی ہیکہ وہ بی بی فاطمہ زہرا کی اولاد ہونے کے باوجود رسول کریم ﷺ کی اولا کہلاتے ہیں (۶) اہلِ بیت کرام کا زمین میں موجود ہونا زمین والوں کیلئے باعثِ امن ہے جیسا کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ آسمان والوں کیلئے ستارے باعث امن ہیں اور میرے اہل بیت زمین والوں کیلئے باعث امن ہیں (۷) اہلِ بیت کرام کی محبت علامتِ ایمان ہے اور ان کا بغض علامتِ نفاق ہے جوان کی محبت میں مرے گا اس کو درجہ شہادت دیا جائے گا اور جو اُن کی دشمنی میں فوت ہوگا وہ کفر پر مرے گا (۸) امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ جنت میں حضور ﷺ کیساتھ پہلے اہلِ بیت داخل ہونگے ان تمام خصوصیات کا انکشاف جب امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ پر ہوا۔ تو آپ یوں گویا ہوئے کہ

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس مقدس نوری نبیٔ اعظم ﷺ کی نسل پاک سے ایک نوری گھرانہ دکن کی عظیم سرزمین اور تاریخی شہر بیجاپور میں چار سو سال سے رشد وھدایت کا مرکز مانا جاتا ہے۔ جس کو قطب دکن سرکار سیدنا ھاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابراھیم عادل شاہ ثانی کے دور میں بحکم سرور کائنات ﷺ احمد آباد گجرات سے بیجاپور دکن تشریف لائے نسبا سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس اور باعظمت اولاد میں سے ہیں۔ نجیب الطرفین سید ہونے کے علاوہ وارث علوم نبی وعلی، مظہر حسنین کریمین پرتوِ غوث اعظم، تصویر خواجہ اعظم، شبیہ سرکار وجیہ الدین حسینی گجراتی اور اپنے نانا جان ﷺ کی سیرت وصورت کا کامل نمونہ تھے ہندوستان میں عموماً اور دکن میں خصوصاً سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کا خاندان سلسلۂ عالیہ قادریہ شطاریہ اور مذہب اسلام کے فروغ واشاعت میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس کے علاوہ چار سو سال سے خانقاہی نظام کے تحت خدمتِ خلق، نفاق فی سبیل اللہ استقامت فی الدین، احقاقِ حق وابطالِ باطل و خدمتِ علومِ دینیہ، خدمتِ علوم عصریہ، غریب پروری، بھائی چارگی اور خدمتِ انسانیت کا عظیم شرف اسی خانوادے کو حاصل رہا ہے۔ قطب دکن سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بے مثل خانقاہ میں

ہمارے پیر و مرشد تاجدار دکن، فاضل اتم، عارف باللہ' واصل إلی اللہ' امام المشائخین، مرشد السالکین، صاحب جاہ و جلال پیر لا ثانی، مرد حق آگاہ، خاتم الاکابرین حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی شطاری القادری سجادہ نشین آستانۂ عالیہ سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ بزرگوار (راقم الحروف کے نانا جان قبلہ علیہ الرحمہ) عارف کامل سید السالکین حضرت سید شاہ مرتضیٰ حسینی ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہہ صاحب تصرف ولی اللہ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرموت یمن سے تشریف لاکر بیجاپور سکونت پذیر حضرت سیدنا عبداللہ بروم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باعث خاندان کی بے مثل شہزادی تھیں۔

تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار اور عم گرامی وقار سید العلما حضرت سید شاہ مصطفےٰ حسینی ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راقم الحروف کے داداجان قبلہ علیہ الرحمہ) بانی انجمنِ اسلام بیجاپور کی سرپرستی و قیادت میں حاصل کی۔ عہدِ طفولیت سے ہی آپ کی ذاتِ گرامی سے خرق عادات امور ظاہر تھے۔ اس عظیم شہزادے سے خانوادے کے جمیع افراد کو بے انتہا محبت تھی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ مرتضیٰ حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر فرماتے کہ میرا یہ شہزادہ نورِ نظر اپنے وقت کا یکتائے زمانہ ہوگا اور اپنی دعائے صبح گاہی میں یوں فرماتے کہ بڑے پیر (سید شاہ عبداللہ حسینی) مجھ فقیر کے یہ ہاتھ آپ کے حق میں دعا کیلئے زمین پر بھی دراز ہیں اور حشر تک قبر میں بھی دراز رہیں گے۔ ہمارے پیر و مرشد سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ کی عمر مبارک ۲۸ سال کی تھی کہ پدر بزرگوار حضرت سید شاہ مرتضیٰ حسینی ہاشمی قبلہ واصلِ حق ہوئے۔ یہ ۱۹۵۷ء کا ذکر ہیکہ ہمارے پیر و مرشد سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ مسندِ سجادگی پر فائز المرام ہوئے۔ آپ کے عم گرامی وقار سید العلما حضرت سید شاہ مصطفےٰ حسینی ہاشمی قبلہ نے اپنی قیادت و سرپرستی میں جملہ رسوم سجادگی کی ادائیگی فرمائی۔ اسی دن سے آپ حضرت سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین بنکر ہاشمی شان کے ساتھ خانقاہِ عالیہ کی خدمت و اشاعتِ سلسلۂ عالیہ قادریہ شطاریہ میں مصروفِ کار رہے۔

یہ خصوصیت انتہائی اہمیت کی حامل ہیکہ آپ دیگر مشائخین کے طرزِ عمل سے مختلف شان رکھتے تھے اکثر مشائخ اشاعتِ سلسلہ و خدمتِ دین کیلئے کثرت سے دوروں پر رہتے ہیں مگر پیر و مرشد سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ نے گوشہ نشینی و خلوت پسندی کے باوجود اپنی خانقاہ میں جلوہ افروز رہکر اشاعتِ سلسلہ و خدمتِ دین ایسی فرمائی کہ ہزاروں مل کر اس کام کا کرنا تو کجا ہمت بھی نہیں کرسکتے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اب وہ زمانہ نہیں کہ پیاسا کنویں کے پاس جائے بلکہ کنویں کو پیاسے کے پاس جانا پڑتا ہے مگر ہم نے اپنی ماتھے کی آنکھ سے دیکھا ہے کہ حضرت پیر و مرشد سید شاہ عبداللہ حسینی قبلہ بحر روحانیت و معارفت کی حیثیت رکھتے ہوئے خانقاہِ عالیہ میں جلوہ بار رہتے اور ہر درجہ کا پیاسا اپنی پیاس کو پیر و مرشد قبلہ کے قدموں تک پہنچ کر بجھالیتا اور ایسا سیراب ہوتا کہ تادمِ آخر حضرت پیر و مرشد قبلہ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو جاتا کیا فقیر کیا امیر، کیا ہندو کیا مسلمان بلکہ بڑے بڑے قد آور لوگ آپ کی بارگاہ میں جبینِ عقیدت کو خم کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے۔ حقیقت یہ ھیکہ جھکانے والا اللہ والا ہو تو مخلوق خود بخود جھک جاتی ہے۔

صوفیائے کرام کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہیکہ وہ سلاطین، امراء و رؤساء سے دور اور بے نیاز ہوتے ہیں۔ سلاطین کو صوفیائے کرام کی ہمیشہ ضرورت و حاجت رہی ہے تاریخ شاہد عدل ہے کہ ہر دور میں ہر حال میں اہلِ دنیا کو اللہ والوں کی بارگاہوں میں اپنا کشکولِ گدائی لئے حاجت مندوں کی صورت میں پایا ہے۔ سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیجاپور تشریف لائے اس وقت عادل شاہی سلاطین آپ کے کفش بردار رہے۔ گول گنبد جو محمد عادل شاہ کی یادگار ہے وہ سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستگیری اور اپنی عطا کردہ دس سالہ عمرِ مبارک کا مرہونِ منت ہے۔ چار سو سال سے مسلسل خانوادۂ ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ عنہ ظاہری و باطنی صورت میں اللہ کی مخلوق کی خدمت، حاجت مندوں کی مدد، پریشان حال کی دستگیری اور درخواست گذاروں کو دعاؤں سے سرفراز کرتے ہوئے اس عظیم ذمہ داری کو انتہائی حسن وخوبی کیساتھ پورا کرتا ہوا آیا ہے۔ آپ صاحب سجادہ حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی قبلہ انہی اوصاف حمیدہ کا پیکراتم تھے۔ جو لوگ حضرت قبلہ کے قریب رہے ہیں وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ آپ کا اخلاق کس قدر اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔ ۴۴ سالہ طویل عرصہ مسندِ سجادگی پر رہکر آپ نے جس بے نیازی کیساتھ اپنی زندگی گذاری ہے دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بارہا یہ دیکھا گیا کہ جو صاحب جبہ و دستار ہوتے ہیں ان سے ملنا بڑا دشوار گذار مرحلہ ہوتا ہے۔ پہلے خدام سے ملو پھر اجازت حاصل کرو انتظار کی صعوبتیں برداشت کرو وغیرہ مگر تاجدارِ ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ کے یہاں ایسا کچھ نہیں تھا وہ اپنے نانا جان سرکار کائنات ﷺ کی سنت مبارکہ پر ایسے عامل تھے کہ آپ کا دربار رفاہ عام تھا بسا اوقات اگر اپنے مکان پر ہوتے تو نیاز حاصل کرنے والوں کو اپنے حجرۂ خاص میں باریابی کا شرف عطا فرماتے۔ علماء کرام و مشائخ عظام سے بڑے پُرتپاک انداز میں ملاقات فرماتے۔ بحمدہٖ تعالیٰ گھرانہ تو علمی رہا ہے ادھر چند سالوں سے مرکز علم وفن جامعہ ہاشم پیر کے قیام کے بعد اکابر علماء کرام ومشائخ عظام ملک وبیرون ملک سے بیجاپور تشریف لائے تو قبلہ اس قدر فرحت وانبساط کا اظہار فرماتے کہ مہمان بار بار آپ سے ملنے کے خواہش مند ہوئے۔ ایسا ایک منظر اس وقت دیکھا گیا جب بغداد شریف سے امام الاولیاء شہنشاہ ولایت سرکار سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید شاہ احمد ظفر الجیلانی قبلہ بیجاپور قدم رنجا فرمائے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ دو روحانیت کے پہاڑ آپس میں مصافہ ومعانقہ فرمارہے ہیں اس وقت ایسا لگا دو دستگیر بغلگیر ہورہے ہیں۔

ارباب اقتدار کے تعلق سے مشہور ہے کہ وہ اپنی انوکھی سرشت کی وجہ سے سیاست کو اپنی زندگی اور اپنی زندگی کو سیاست سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی نہ عقیدت کا کوئی بھروسہ ہوتا ہے نہ عداوت کا مگر چند اچھے سیاست داں اس سے جدا ہیں۔ آزادیٔ ہند کے بعد دکن کا ایک بڑا علاقہ صوبۂ کرناٹک میں شامل کیا گیا۔ اس وقت سے اہل بیجاپور عموماً اور ارباب اقتدار خصوصاً جانتے ہیں کہ تاجدار ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ

حسینی ہاشمی قبلہ کی ذاتِ والا صفات میں ایسی کشش تھی کہ رکنِ اسمبلی سے لیکر وزیر تک وزیر سے لیکر وزیر اعلیٰ تک تمام کے تمام آپ کے اسیر و عقیدت مند رہے۔ چہرۂ انور کی ضیاء باریاں اس قدر متاثر کرتیں کہ سیاست کو خانقاہ کے باب الداخلہ پر چھوڑ کر ایک غلام کی حیثیت سے حاضر ہو کر دعاؤں کے امیدوار ہوتے۔ چند ماہ قبل صوبۂ کرناٹک کے وزیر اعلیٰ صندل کی لکڑیوں کا اسمگلر ویرپن کی وجہ سے بے انتہا پریشان حال تھے۔ لاکھ تدبیروں کے باوجود تقدیر بدلتی نظر نہ آئی بالآخر وزیر اعلیٰ نے اپنے محسن و کرم فرما آقا تاجدار ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی کی بارگاہ میں حاضری کی خواہش ظاہر کر کے ہنگامی طور پر بیجاپور پہنچے۔ درگاہ شریف پر پھول پیش کئے حضرت قبلہ کی قدمبوسی کی اور دعاؤں کی درخواست اور پریشانیوں کا اظہار کیا تو حضرت قبلہ نے اپنی زبانِ مبارک سے یوں ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانی ایک ماہ کے اندر دور ہو جائیگی۔ لہٰذا یہ دیکھا گیا کہ وزیر اعلیٰ کرناٹک مطمئن ہو کر روانہ ہوا اور ایک ماہ کے اندر خطرناک پریشانی دور ہوگئی اور اس نے حضرت قبلہ کے تصرف کا اعتراف کرتے ہوئے مزید دعاؤں کی درخواست پیش کی۔

آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کیوجہ سے اکثر جگہوں پر ماحول کشیدہ ہوگیا ہے شر پسند عناصر کی یہ کوشش رہی ہے کہ اللہ کی مخلوق آپس میں لڑ کر قتل و غارت گری کرے مذہب' ذات پات' زبان کے نام پر کچھ لوگ اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے آپس میں خلفشار پیدا کرتے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں اور ایسے حالات سے حضرت قبلہ کو بے انتہا رنج و ملال کیوں نہ ہو کہ یہ اس گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جس گھرانے میں رحمت کا پہلو غالب محبت و اخوت کا درس جہاں سے ملتا ہے وہ اس لئے کہ یہ ہاشمی گھرانہ رسولِ رحمت کا گھرانہ ہے جس کی چودہ ۱۴ سو سالہ تاریخ رحمت ہی رحمت ہے اور جس گھرانے کے تعلق سے رسولِ رحمت ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میری اولاد زمین والوں کیلئے امن کا ضامن ہے، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، بھائی چارگی آپس میں محبت و اخوت اتحاد و اتفاق کا حضرت قبلہ ایسا درس دیتے کہ تمام یک زبان ہو کر یوں اعلان کرتے کہ حضرت قبلہ کی ذاتِ گرامی ہم دکن والوں کیلئے ضامنِ امن و امان ہے۔ اور ایسی مقدس ہستی جب تک روئے زمین پر جلوہ گر رہیگی اس وقت تک کوئی بھی شر پسند اللہ تعالیٰ کی زمین پر فتنہ و فساد برپا نہیں کرسکتا۔

حضور ﷺ کے مقدس گھرانے کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ یہ غریب پروری کا جذبہ ہمیشہ اپنے اندر والہانہ انداز میں رکھتا ہے۔ میرے آقا و مولیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ الفقر فخری یعنی فقر میرا فخر ہے ارشاد نبوی ﷺ کا اس قدر خیال اہل بیت کرام کو رہا ہے کہ خود بھوکے پیاسے رہیں گے مگر بھوکوں کو کھلائیں گے اور اگر مال و متاع ہو تو بے دریغ راہ مولیٰ میں خرچ فرمائیں گے۔ ایسی بے نظیر شان (جو فی زمانہ کالعدم ہے) ہمارے پیر و مرشد حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ رکھتے تھے۔ خود کی غذا انتہائی کم مقدار میں مگر غرباء، یتامیٰ کو اپنی ہاشمی شان کے مطابق کھلاتے، نوازتے، بدرجہ اُتم جود و سخا کا مظاہرہ فرماتے۔

قریب رہنے والے جانتے ہیں کہ حضرت قبلہ کس قدر رحم دل مشفق و مہرباں تھے۔

بیعت و ارادت کے سلاسل چہار دانگِ عالم میں موجود ہیں ہر سلسلہ اپنی جگہ محترم اور ہر ذمہ دار پیر لائق صد احترام ہے۔ کاش کے بزرگانِ دین و صوفیائے کرام کے اسوۂ حسنہ کو خانقاہی حضرات اپنا کر مخلوق خدا کی راہنمائی فرماتے۔ بحمدہٖ تعالیٰ فی زمانہ ذمہ دار خانقاہوں میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ سرکار سید ناہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجدد اعظم حیدر علی ثانی سرکار وجیہ الدین حسینی گجراتی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور پروردہ ہیں اس لئے علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ اسی دولت بیش بہا کا سلسلہ خانوادۂ ہاشمی میں نسلاً بعد نسلاً چلا آرہا ہے۔ تاجدار ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ ایسی نعمتوں سے ایسے مالا مال کہ معرفت کا بحرِ ذخار تھے۔ زبانِ فیض ترجمان سے الفاظ بصورت لعل و گوہر نکلتے۔ مریدین و متوسلین کو ایسی رشد ہدایت پند و نصائح فرماتے کہ پھر تشنگی ختم ہو جاتی۔ بارہا فرماتے کہ مرید کو کامیابی کیلئے ان تین باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ زبان کی بچوٹی، کمر کی کسوٹی، حلال کی روٹی، سبحان اللہ حضرت قبلہ مذکورہ نصیحت اس قدر دلکش انداز میں فرماتے، کہ وہ الفاظ مرید کے قلب میں رقم ہو جاتے۔ مذکورہ ارشادات عالیہ میرے آقا ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ کی بے نظیر شرح ہے۔ سچ بولنا، شرم گاہ کی حفاظت کرنا، رزقِ حلال حاصل کرنا، ہی تو اسلام کی جان ہے۔ یہ صفات جب تک امتِ مسلمہ میں رہیں اس وقت تک کامیابی قدم چومتی رہی اور جب سے مذہب اسلام کے ماننے والے ان صفاتِ عالیہ سے دور ہو گئے اس وقت سے ذلت و رسوائی نصیبا بن گئی۔ حضرت قبلہ اپنے مریدین کو بڑی سختی کے ساتھ ان پر عمل کا حکم صادر فرماتے۔ حضرت قبلہ اپنے مریدین کو تصوف کی تعلیم فرماتے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ دل کی صفائی سالکِ راہ کیلئے کنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے بغیر وہ بابِ معرفتِ الٰہی کو کھول نہیں سکتا۔ پھر اس کے لئے مناسب ذکر و شغل عنایت فرماتے۔ ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ سچے فقیر کی مٹھی ہمیشہ بند ہونی چاہیے۔ بند مٹھی میں جو کمال ہے وہ کھلے ہاتھ میں کہاں پھر تشریح فرماتے کہ کھلا ہاتھ غیر خدا سے طلب کی صورت ہے جبکہ بند مٹھی توکل کی دلیل ہے۔ کھلا ہاتھ نفس کے تابع ہوتا ہے جبکہ بند مٹھی رحمتِ خداوندی کے حوالے ہوتی ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آستانہ مبارکہ میں کوئی تعمیری کام کا ذکر چلا۔ چاہنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ حضرت قبلہ آپ فلاں آدمی سے اس کام کے تعلق سے فرمائیں وہ مکمل طور پر تعمیری کام سر انجام دیگا۔ اس پر حضرت قبلہ نے فرمایا اگر میں اپنی زبان کو جنبش دوں تو لوگ میرے قدموں میں سونا لاکر ڈال دیں اگر میں اپنی بند مٹھی کھولوں تو معتقدین مالا مال کر دیں مگر نہیں میرے جدِ کریم سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس سے کام لینا ہے وہ خود بخود خدمت کرے گا۔

حضرت قبلہ کی یہ شان اللہ تعالیٰ کی نوازشات کی دلیل ہے۔ خصوصاً ایسے پر آشوب دور میں جہاں ایمان و عمل کا سودا ہو رہا ہو۔ اچھے اچھے پیر مغاں لالچ و طمع کا شکار ہوں بیعت و ارادت کی سوداگری ہو۔

ایسے حالات میں حضرت قبلہ کی استقامت، اپنے بزرگوں کی امداد پر کامل یقین، دنیا و مافیھا سے بے نیازی، لاطمع زندگی۔ خدا کی قسم ایسی بے مثال عظمت رکھنے والا فی زمانہ کہیں نظر آئے ممکن نہیں۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت قبلہ سے ملاقات کیلئے ایک وزیر کرناٹک پہنچا۔ دورانِ گفتگو اس سے عرض پیش کی کہ حضرت قبلہ آپ کو کیا چاہئے حکم فرمائیں۔ اس کی عرض پر حضرت قبلہ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں فقیر ہوں آپ یہ بتائیے کہ آپ کو کیا چاہیے۔ اس جواب کو سنکر وہ وزیر کرناٹک حیران و ششدر رہا اور اپنا سر حضرت قبلہ کے قدموں پر رکھ دیا اور اعتراف کیا کہ میں جہاں دیدہ ہوں اچھے اچھے قد آور ہستیوں سے تعلقات ہیں مگر یہ پہلی لاطمع ذات ہے جس نے سر کے ساتھ ساتھ دل کو بھی جھکایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے مقام و عظمت کے تعلق سے بارہا مقامات پر بے شمار آیات کا نزول فرمایا ہے۔ اور احادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے والدین کی شان و رفعت بیان فرمائی ہے۔ خصوصاً ماں کی عزت و ناموس بلندیٔ مقام رضا و دعا کا تذکرہ کئی احادیث و ارشاداتِ اولیاء میں موجود ہے۔ ماں اگر راضی ہے تو اللہ و رسول ﷺ کی رضا حاصل ہوگی اور اگر ماں خفا و ناراض ہے لاکھ سجدے کرے عمر بھر حج کرتا پھرے الغرض اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کرلے کوئی عمل کام آنے والا نہیں۔ تاجدارِ ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ والدین کے مقامِ اعلیٰ کا عرفان رکھتے تھے اپنے والدین کی ایسی خدمت فرمائی کہ وہ ہم تمام کیلئے باعث تقلید و باعثِ فخر ہے۔ خصوصی طور پر والد بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد والدہ ماجدہ کا اس قدر خیال فرماتے کہ بغیر اذنِ والدہ کوئی کام سرانجام نہ دیتے ہمیشہ اپنی والدہ ماجدہ کے حکم کے منتظر رہتے۔ اکثر فرماتے کہ یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا کرم مجھ پر ہے یہ میرے والدین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ احقر سید محمد تنویر ہاشمی نے بارہا دیکھا ہیکہ جب حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال ہوا تو آپ نے والدہ ماجدہ کے نعلین بطور تبرک محفوظ کرلیے۔ پھر جب شہر بیجاپور سے کہیں تشریف لے جاتے تو ان نعلین کو اپنے ہاتھوں میں لیکر بوسہ دیتے اور فرماتے کہ ماں کے قدموں کے نیچے اللہ تعالیٰ نے جنت رکھی ہے۔ تمام مریدین و معتقدین اس ادبِ والدین کے انداز سے واقف تھے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہمیں ناز ہیکہ ہم کسی بے عمل پیر سے وابستہ نہیں بلکہ باعمل مرشدِ کامل سے جڑے ہوئے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہیکہ اکثر پیروں کی عزت و ناموس اپنے آبائی وطن میں کم اور بیرونی مقامات پر زیادہ ہوتی ہے کسی پیر یا رہبر کے مقام کو سمجھنے کیلئے سب سے بہتر افرادِ خاندان پھر اہلِ محلّہ ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی حقیقت مخفی نہیں ہوتی۔ ایسا اگر تاجدارِ ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ کے تعلق سے ہو تو کیا کہنا تلاش بسیار کے باوجود بھی حضرت قبلہ کی نظیر ناممکن ہے۔ افرادِ خاندان کا یہ عالم کہ حضرت قبلہ کے تمام کے تمام مرید گھر کا بچہ بچہ حضرت قبلہ سے وابستہ اور عقیدت و محبت کا یہ عالم کہ حضرت قبلہ کے نام پر تن من دھن سے نثار۔ ادب و تعظیم و تکریم ایسی کہ دوسروں کو دعوتِ نظارہ دے۔ اہلِ محلّہ اور اہلِ بیجاپور تو

حضرت قبلہ کے مقام و مرتبہ پر نازاں رہے۔ اور یہ کہتے کہ ہم ایسے مردِ حق آگاہ عارف باللہ اللہ والے کے محلہ اور شہر میں رہتے ہیں جو سرکار قطب دکن ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شبیہ، معرفت و عرفان میں غوث اعظم کا جانشین، صبر و رضا میں حسنین کریمین کی یادگار، شجاعت میں علی حیدر کرار کا پرتو، سخاوت میں عثمان غنی کی تصویر، عدالت میں فاروق اعظم کی تنویر، صداقت میں صدیق اکبر کا تبع، عفو و درگذار، رحمت و کرم، نوازش و عطا میں اپنے جدِ کریم تاجدار کائنات ﷺ کا معجزہ ہے۔

تاجدار ولایت حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی ہاشمی قبلہ کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ ۱۹۹۵ء میں حضرت قبلہ کی دعاؤں کی برکت سے شہر بیجاپور میں جامعہ ہاشم پیر کے لئے ایک وسیع و عریض زمین حاصل کی گئی اور اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت قبلہ کے دستِ مبارک سے دارالعلوم کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اور قلیل عرصہ میں دو منزلہ پر شکوہ عمارت تعمیر ہوگئی۔ اور آپ ہی کے دستِ مبارک سے جامعہ ہاشم پیر کا افتتاح ہوا۔ یہ جامعہ حضرت قبلہ کی سرپرستی میں تھوڑے سے وقت میں ملک و بیرونِ ملک تک اپنا باوقار تعارف پہچانے میں کامیاب ہوا۔ حضرت قبلہ کو اپنے اس جامعہ سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ اس قدر جامعہ سے محبت تھی کہ بارہا جامعہ پر تشریف لاتے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے ابھی وصال سے چند ایام قبل جامعہ کے تیسرے تعلیمی سال کا آغاز حضرت قبلہ کی قیادت و سیادت میں ہوا۔ جامعہ پر تشریف آوری کے موقع پر فرحت و انبساط کا عالم نہ پوچھئے۔ بابِ مولیٰ علی کے دیدہ زیب منظر پر بے حد پذیرائی فرمائی۔ اساتذہ کرام و طلباء و ارکینِ جامعہ کو اپنی مخصوص دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ جامعہ ہاشم پیر حضرت قبلہ کے مشن کا سنگ میل رہا ہے۔ نہ صرف جامعہ بلکہ میرا اپنا وجود حضرت قبلہ کے نعلین پاک کا تصدق ہے۔ علاقۂ دکن کی سنیت آپ کی سرپرستی میں کامیابی کی آخری منزل تک پہنچی۔ کثیر تعداد میں مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں اچھے پیمانے پر اپنی خدمات کا لوہا منوا چکے ہیں۔

آپ کے حلقۂ ارادت کافی وسیع تھا۔ کرناٹک، آندھرا پردیش، تمل ناڈو، کیرالا، گوا، مہاراشٹرا، گجرات کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر سعودی عرب، دبئی، عمان، امریکہ، برطانیہ، کینڈا، ساؤتھ افریقہ وغیرہ ممالک کے بے شمار ارادت مند حضرت قبلہ سے وابستہ تھے۔ ۱۸ر جنوری ۲۰۰۱ء بعد نماز مغرب حسب معمول وظائفِ سلسلہ سے فارغ ہو کر مریدین سے محو گفتگو تھے کہ اچانک شکم پاک میں درد سا محسوس ہوا۔ پھر طبیعت بگڑنا شروع ہوئی۔ اس وقت حضرت قبلہ کا قیام خانقاہ ہاشمیہ دھارواڑ میں تھا۔ ابتدائی علاج کی کوشش کی گئی۔ پھر فوری طور پر بیلگام کے ایک ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ ۱۲ بجے شب میں احقر سید محمد تنویر ہاشمی، برادرم سید مرتضیٰ حسینی ہاشمی کے ہمراہ بیلگام کیلئے روانہ ہوا۔ حیرت انگیز امر یہ ہیکہ بیجاپور سے بیلگام کا لمبا سفر سوا دو گھنٹہ میں طے ہوا۔ ہسپتال پہنچے پر ڈاکٹر تفتیش میں مصروف تھا۔ یکایک طبیعت حد درجہ خراب ہوگئی، صبح پانچ بجکر ۴۵ منٹ پر ۱۹ر جنوری ۲۰۰۱ء بروز جمعہ زمزم شریف اللہ اللہ کے ذکر کے ساتھ پی کر اس دارِ فانی سے کوچ کر کے دارِ بقا تشریف لے گئے۔ اِنا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔ اس امر کا اظہار

خصوصیت کا حامل ہے کہ حضرت قبلہ کی عمر مبارک ۷۲ سال یوم وصال جمعۃ المبارک، وقتِ وصال صبح صادق، مرض دردِ شکم یہی امور قطب دکن سرکار سید نا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے آپ کی سیرت پاک میں رقم ہیں، آپ کی عمرِ مبارک ۷۲ سال ریوم وصال جمعۃ المبارک، وقتِ وصال صبح صادق، مرض دردِ شکم گویا حضرت قبلہ نے اپنے جدِ اعلیٰ کے نقشِ قدم کو دنیا میں بھی اپنایا اور سفرِ آخرت بھی اسی انداز سے فرمایا۔

بروز جمعۃ المبارک بعد نمازِ عشاء ہزاروں عقیدت مندوں نے اور کثیر تعداد میں مشائخ کرام نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ امامتِ نمازِ جنازہ کا مقدس فرض عم محترم سید شاہ عبدالباری حسینی ہاشمی نے سرانجام دیا۔ بعدہٗ حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ کے پہلو میں سرکار سیدنا ہاشم پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربت میں تدفین کی کاروائی مکمل ہوئی۔ مولانا عثمان علی ہاشمی نے سنت اسلاف کرام پر عمل کرتے ہوئے اذانِ قبر کا عظیم شرف حاصل کیا۔

اللہ والوں کی زندگی بھی لاجواب ہوتی ہے اور وصال بھی۔ اس دور میں ایسے عظیم پیشوائے زمانہ رہبرِ کامل کی رحلت ایک بہت بڑا خسارہ ہے۔ وہ ظاہری طور پر ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ مگر باطنی و روحانی طور پر وہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ ہیں ہماری اپنی ظاہری زندگی اور اللہ والوں کی روحانی زندگی میں بس ایک پردہ ہے۔ روح مبارکہ جسم کی قید و بند سے آزاد پھر وہی اپنے جدِ کریم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے خدمتِ خلق میں مصروف ہے۔ فرق یہ ہیکہ وصال سے قبل جسم اور روح دعاؤں سے نوازتے بعدِ وصال روح مبارکہ صبح قیامت تک اپنے نانا جان ﷺ کی امت کیلئے بارگاہِ خداوندی میں بہترین وسیلہ بن کر مصروف رہے گی۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
اولیاء را ہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گردانند زراہ
فیضِ حق اندر کمالِ اولیاء — نورِ حق اندر جمالِ اولیاء
ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا — او نشیند در حضورِ اولیاء
چوں شوی دور از حضورِ اولیاء — در حقیقت گشتہ دور از خدا
پیر کامل صورتِ ظلِ خدا — یعنی دید پیر دید کبریا

ہر کہ پیر و ذاتِ حق یک نہ دید
نے مریدو نے مریدو نے مرید

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو حضرت کے تاجدارِ ولایت کے نقشِ قدم کو اپنانے کے توفیق عطاء فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات حاصل کرنے کی سعادت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

ختم شدہ

تبصرۂ کتب

نام کتاب :- **امام احمد رضا اور علمِ حدیث**

مبصر :- شمیم اختر رضوی جامع مسجد سکنڈ مین روڈ دینو باگر۔ داونگیری کرناٹک۔ ۶

صفحات :- ۱۸۲۴ (تینوں جلدوں کے)

قیمت :- ۴۵۰ روپے

افادات :- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ

ترتیب :- مولانا مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری دیناجپوری۔ فاضل منظر اسلام بریلی شریف (شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، قنوج۔ یوپی)

پیشکش وناشران :- جلد اوّل، دوّم۔ رضوی کتاب گھر دہلی۔ ۶

جلد سوم :- الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج، قنوج، یوپی

یہ عظیم کتاب فتاویٰ رضویہ سے ماخوذ ۳۵۹۱ غیر مکرر احادیث کا مجموعہ ہے، جو محققین و مفتیانِ کرام و علمائے ذوی الاحترام اور عوام الناس سب کے لیے بیش بہا علمی خزانہ ہے۔ جس کی تعریف و توصیف ہندو پاک کے نامور علمائے کرام کے قلم سے موقر رسالوں میں پڑھنے کو مل رہی ہے، جیسا کہ حضرت علامہ یٰسین اختر صاحب مصباحی بانی و مہتمم دارالقلم دہلی اس کتاب کی تقدیم میں فرماتے ہیں۔ ''رضویات کے موضوع پر تحقیق کرنے والے علماء و دانشوروں کے لیے یہ ایک سنگ میل ہے کہ انہوں نے ایک نئی طرح ڈالی ہے، نیا انداز اپنایا ہے، اور جماعتِ اہل سنت کی طرف سے ایک فرض کفایہ ادا کیا ہے۔'' ماہنامہ ''کنزالایمان'' دہلی مارچ ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں شہنشاہِ قلم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری، استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان، ''امام احمد رضا اور علم حدیث۔ پر ایک نظر'' کے عنوان سے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فاضل نوجوان مولانا وعلامہ عیسیٰ رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ فاضل منظر اسلام بریلی شریف، اور مرید حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحقیق و مطالعہ کے لئے بہت عمدہ عنوان کا انتخاب کیا ہے، انہوں نے فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں کا مطالعہ کر کے اس میں بیان کی گئی احادیث کو فتاویٰ رضویہ کی ترتیب کے مطابق جمع کر دیا ہے۔'' پھر چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''علامہ محمد عیسیٰ رضوی قادری مدرس الجامعۃ الرضویہ، گرسہائے گنج، قنوج، یوپی کی سعی جمیل لائق صد ہزار تحسین ہے، ان کی برسہا برس کی محنت وکوشش کے نتیجے میں ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور چوتھی جلد منتظر اشاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی نعمتوں سے نوازے اور امت مسلمہ کے لیے مفید علمی اور قلمی کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فاضل مولف مولانا محمد عیسیٰ قادری دیناجپوری دورِ حاضر کے فضلاء میں ایک ذی شعور عالمِ دین اور ممتاز مدرس ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی سے اساتذۂ کرام انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور احباب بھی ان کی قابلیت وصلاحیت کے معترف و مداح ہیں، کیونکہ تدریس وتقریر اور تحریر تمام علمی میدانوں کے وہ عظیم شہسوار اور گوناگوں خصوصیات کے حامل ہیں، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان کی یہ قلمی کاوش آج دانشورانِ قوم سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہے۔

"امام احمد رضا اور علم حدیث" کی کچھ خصوصیات:-

(۱) استخراجِ احادیث سے پہلے فتاویٰ رضویہ اور اس میں شامل تمام رسائل کا بہت ہی عمدہ اور وقیع انداز میں تعارف وتجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

(۲) اخذِ حدیث میں ترتیب کا اسی طرح خیال رکھا گیا ہے، جس طرح فتاویٰ رضویہ میں احادیث موجود ہیں۔

(۳) فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں کی تمام حدیثیں تسلسل کے ساتھ نقل کی گئی ہیں، مگر فتاویٰ رضویہ میں جو احادیث مکرّر ہیں ان کو فاضل مرتب نے قصداً نقل نہیں کیا ہے۔

(۴) علمِ حدیث پر امام احمد رضا کی مہارت ودسترس کو واضح کرنے کیلئے جتنی حدیثیں اسناد وروایات کے ساتھ فتاویٰ رضویہ میں مزین ہیں ان تمام حدیثوں کو فاضل مرتب نے اسی انداز سے نقل کیا ہے اور نقل کرنے میں اس بات کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہے کہ امام احمد رضا نے جہاں کسی حدیث یا راوی پر کلام کیا ہے تو اس پوری بحث کو ہو بہو نقل کیا ہے اگرچہ ایسی بحث بعض مقام پر کئی کئی صفحات پر پھیل گئی ہے۔

(۵) ہر حدیث ضمنی سرخیوں سے آراستہ ہے۔ جس سے قاری کو سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ اس حدیث سے کونسا حکم وہدایت یا کونسا مسئلہ مستنبط ہے۔

(۶) جن احادیث کا ترجمہ فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا نے نہیں فرمایا۔ ان حدیثوں کا ترجمہ فاضل مولف مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری نے خود کیا ہے۔ اور لفظ مولف لکھ کر یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ ترجمہ مولف کا ہے۔ تاکہ اگر کوئی کمی یا خامی صاحب علم وبصیرت حضرات کو محسوس ہو تو امام احمد رضا کا دامن اس سے پاک ہوگا۔ جیسا کہ خود فاضل مولف "سرنامۂ سخن" کے اختتامیہ میں فرماتے ہیں اہلِ علم اکابر واحباب سے گذارش ہے کہ میری اس تالیف میں اگر کوئی کمی یا خامی رہ گئی ہے۔ تو مجھے ازراہِ کرم اطلاع فرمائیں تاکہ اس کا ازالہ ہو سکے۔ غلطی چونکہ انسان سے ہوتی ہے اس لئے اگر اس میں کوئی غلطی ہے وہ سراسر میری غلطی ہوگی۔ مجدد ملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس سے پاک ہوگا۔ عربی عبارات کے ترجمہ وتشریح کی افادیت آج مسلم ہے اس لیے فاضل مرتب نے غیر مترجم احادیث کے ترجموں کی جسارت کی ہے اور بڑی عرق ریزی سے واضح اور آسان ترجمہ کیا ہے۔ اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف میں کہیں کہیں عربی عبارات کا ترجمہ نہیں فرمایا ہے۔ تو اس سلسلے

میں فاضل مولف ''سرنامۂ سخن'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا کا طریقہ یہ تھا کہ سائل اگر عامی ہوتا تو عربی عبارت کا ترجمہ وخلاصہ کرتے ورنہ سائل اگر عالم یا اہلِ علم ہوتا تو عربی عبارتوں کا ترجمہ نہیں کرتے تھے۔ مگر فارسی عبارت کا ترجمہ وہ کبھی بھی نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس وقت فارسی زبان کا خاصا رواج تھا بلکہ کہیں کہیں اردو کی طرح مستعمل بھی تھی اور زیادہ تر لوگ اسے بولتے لکھتے اور آسانی سے سمجھتے تھے۔

(۷) زیادہ تر حدیثوں کو حوالوں سے سجادیا گیا ہے اور قابلِ تحسین بات یہ ہے کہ امام احمد رضا نے احادیث کی جن کتابوں کا حوالہ پیش کیا ہے فاضل مولف نے بڑی محنت وعرق ریزی سے ان سے بعض کے صفحہ نمبر اور باب بھی لکھ دیا ہے تا کہ قارئین اگر اصل کتاب سے بھی اپنی آنکھوں کو جلا بخشنا چاہیں تو انہیں رجوع کرنے میں آسانی ہو، اور یہ معلوم ہو جائے کہ امام احمد رضا کا مہارت علم حدیث کے ساتھ ساتھ مطالعہ بھی کتنا وسیع تر تھا۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں۔ ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' جلد سوم کے اخیر میں فاضل مولف نے ۴۵۶ھ ان کتابوں کی مع مصنفین اور سنِ وفات کے ایک فہرست بھی درج کر دی ہے، جن سے امام احمد رضا نے حدیثیں اخذ فرمائی ہیں، اور فاضل مولف نے جن کتب حدیث سے استخراج صفحات کیا ہے ان کی ایک الگ فہرست مرتب کی ہے اور ان کتابوں کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے جن کثیر کتابوں سے حدیثیں اخذ فرمائی ہیں ان سے حوالہ تلاش کرنا کوئی آسان اور سہل کام نہیں، اس سرگذشت کو خود فاضل مولف کی تحریر میں دیکھیں۔ آپ فرماتے ہیں؛ ''ہم نے متخرجہ احادیث کو حوالوں سے مزین ومرصع کرنے کی انتہائی کوشش وجانفشانی کی ہے۔ اس کے باوجود کچھ حدیثیں بغیر حوالہ کے رہ گئی ہیں وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جن کتب حدیث کے حوالے درج فرمائے ہیں۔ ان میں سے بیشتر آج کل یا تو کمیاب ہیں یا بالکل نایاب ہیں، اور جو کتابیں مجھے دستیاب ہوئیں ان سے حتی الوسع استفادہ کیا گیا ہے۔ پھر بھی خیال یہ ہے کہ جوں جوں حوالے ملیں گے انہیں آئندہ ایڈیشنوں میں سپرد قلم کردیں گے۔ امام احمد رضا احادیث کے تحت زیادہ تر کتاب و مصنف کتاب دونوں کا نام ذکر کرتے ہیں۔ کہیں پر صرف ذکرِ کتاب پر اکتفا کرتے ہیں اور کہیں پر صرف مصنف کا نام تحریر کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر مصنف مشہور ومعلوم ہے تو کوئی الجھن محسوس نہیں ہوتی، مگر جو مصنف غیر معروف ہے وہاں پر کافی دشواریاں درپیش ہوتی ہیں کہ پتہ نہیں اس مصنف کی کون سی کتاب میں حدیث مذکور ہے، کیونکہ ایک مصنف کی چند کتابیں بھی ہوسکتی ہیں۔

فاضل مرتب نے امام احمد رضا اور علم حدیث نامی یہ کتاب کتنی محنت اور عرق ریزی کے بعد تیار کی ہے اس کا اندازہ اس کے مطالعہ کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے، اور اس میں جو حوالے وغیرہ سپردِ قرطاس ہیں ان کا تو جواب ہی نہیں۔ میرا اندازہ ہیکہ انہوں نے ہندوستان کی مختلف لائبریریوں میں حوالے کیلئے بیشمار

کتابوں کی ورق گردانی کی ہوگی اور انہیں حوالے کی تلاش و جستجو میں دور دراز سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑی ہوں گی جیسا کہ ایک محقق یا ریسرچ اسکالر کو ان مراحل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

"امام احمد رضا اور علم حدیث" کی جلد اوّل ص ۶۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ کام بادی النظر میں کچھ دقت طلب اور صعوبت انگیز تو معلوم نہیں ہورہا ہے، لیکن جو اس راہ کا مسافر و سالک ہے انہیں اس کی صعوبتوں اور دشواریوں کا بخوبی اندازہ ہے کہ کبھی ایک حدیث کی تلاش و جستجو میں پورا دن گزر جاتا ہے پھر بھی حدیث نہیں مل پاتی ہے۔ ایسا حادثہ میرے ساتھ بہت ہوا ہے کہ حدیث کے ضمن میں مثلاً بخاری یا ترمذی کا حوالہ موجود ہے مگر تلاش بسیار کے بعد بھی حدیث نہیں ملتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام احمد رضا کا تحریر کردہ حوالہ غلط ہے، بلکہ میری تلاش میں خلل ہے اور میری کمی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ محولہ کتاب میں حدیث بآسانی مل جاتی ہے تو اس وقت خوشیوں کی انتہا نہیں رہتی ہے۔"

(۸) کتاب کے آغاز میں فاضل مرتب نے ساٹھ صفحات پر مشتمل ایک بہت ہی جامع اور وقیع مقدمہ "سرنامۂ سخن" کے نام سے لکھا ہے جو بجائے خود ایک کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا سوانحی خاکہ اور علمِ حدیث پر ان کا تبحر اور تدوینِ حدیث و طبقات کتب حدیث اور علم اسماء الرجال وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے جو نہایت ہی مفید اور معلومات افزاء علمی جواہر پارہ ہے۔

(۹) جلد اوّل کے آغاز میں حضرت علامہ یٰسین اختر صاحب مصباحی کی ایک مختصر اور جامع تقدیم ہے، جس میں انہوں نے فاضل مرتب کی اس خدمت و کاوش کو سراہاتے ہوئے محققین اور دانشوروں کو دعوت فکر و عمل دی ہے۔

(۱۰) احادیث کو مولف نے ابواب کے تحت میں ہر جلد کے اخیر میں یکجا کر دیا ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ وقتِ ضرورت قاری کو بآسانی حدیث مل جائے گی اور اُسے کسی حدیث کے تلاش کرنے میں ادھر ادھر زیادہ دیر بھٹکنا نہیں پڑے گا چونکہ کتب احادیث میں زیادہ تر حدیثیں ابواب کے ضمن میں ہوتی ہیں، اس کے پیش نظر مرتب نے اس نوعیت سے بھی فتاویٰ رضویہ سے استخراج احادیث میں گرانقدر خدمت انجام دی ہے تاکہ اس نقطۂ نظر سے بھی کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔

فاضل مولف مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری فاضل منظر الاسلام کی تحقیق کے مطابق فتاویٰ رضویہ میں غیر مکرر احادیث کی تعداد ۳۵۹۱ ہے ان تمام احادیث کو انہوں نے تین ضخیم جلدوں میں جمع فرمادیا ہے۔ اس حیثیت سے بیسویں صدی کے اختتام پر لکھی جانے والی یہ اولین کتاب ہے۔ جو اَب تک امام احمد رضا پر لکھی گئی ہیں یا اگر یہ کہا جائے کہ ایک صدی کے اندر ایسی بلند پایہ کتاب امام احمد رضا پر آج تک نہیں لکھی گئی تو قطعی بیجا نہ ہوگا۔ راقم السطور کے پیشِ نظر اس وقت "امام احمد رضا اور علم حدیث" کی تین جلدیں ہیں مگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی چوتھی اور پانچویں جلدیں بھی منتظر اشاعت ہیں۔ واضح

ہو کہ کتاب مذکور کی تین جلدیں صرف فتاویٰ رضویہ سے ماخوذ حدیثوں کا مجموعہ ہیں اور اس کی چوتھی اور پانچویں جلدیں دیگر رسائل و تصانیف امام احمد رضا کی متخرجہ حدیثوں سے ترتیب دی گئی ہیں اور مزید کام جاری ہے۔ عوام کی سہولت و آسانی کے لئے اگر احادیث کو اعراب کے ساتھ لکھا جاتا تو کتاب کی افادیت و مانگ اور بھی بڑھ جاتی۔ دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ پوری جماعت اہل سنت کی طرف سے فاضل مرتب کو اس گرانمایہ کاوش و خدمت پر اجر عظیم عطا فرمائے اور احادیث کے اس مجموعہ کو بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ و الثناء میں سند قبول کی عزت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

کتاب "یقین کے دو ماہِ مبین" کا تجزیہ

از: غلام مصطفیٰ رضوی، رُکن نوری مشن، مالیگاؤں (ناسک)

برصغیر کی سب سے عظیم خانقاہ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ منفرد المثال اور تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ نجیب الطرفین سادات میں مارہرہ کے سادات کی عظمت و رفعت مسلم ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے فیض یافتہ افق علم و روحانیت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ مے خانۂ مارہرہ سے سرشار ہوئے۔ سادات مارہرہ کی خدمات کئی صدیوں پر محیط ہے اور آج بھی صاحب البرکات کی فیض رساں بارگاہ کے ماہِ درخشاں، فیضِ روحانی سے دلوں کو مجلی کر رہے ہیں۔

خاندانِ برکات پر ابتک متعدد کتب و رسائل اور مضامین چھپ چکے ہیں جن میں کچھ رسائل برکاتی فاؤنڈیشن کراچی نے شائع کیے ہیں اس کے علاوہ ہند و پاک کے دیگر رسائل و جرائد میں وقتاً فوقتاً مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خاندانِ برکات پر نئے زاویئے سے حضرت مولانا سید محمد حسینی اشرفی مصباحی ناگپور نے نجیب الطرفین سادات میں سادات مارہرہ مطہرہ کا مقام عنوان کے تحت علمی مقالہ تحریر کیا ہے جو ماہنامہ "سنی آواز" ناگپور میں سلسلہ وار چھپ رہا ہے۔ خاندانِ برکات کی دو عظیم شخصیات پر ابھی حال ہی میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی تصنیف "یقین کے دو ماہِ مبین" منظر عام پر آئی ہے جسے رضا اکیڈمی ممبئی نے شائع کیا ہے۔ زیر نظر کتاب اپنے اندر علم کی گہرائی اور زبان و بیان کی سادگی رکھتی ہے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے اس کتاب میں سیدین کریمین حضور سید العلماء حضرت علامہ مولانا سید آلِ مصطفیٰ و حضرت علامہ مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ و خدمات جلیلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے سیدین کریمین کے تعلقات و اکرام کو رقم فرمایا ہے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت و فروغ کے لیے عظیم خدمات انجام دیں۔ علوم رضا پر آپ کی تحقیق کا معیار منفرد تھا۔ آپ شارح کلام رضا تھے۔ ڈاکٹر عزیزی

صاحب لکھتے ہیں۔

''آپ امام احمد رضا کے دیوان کے حافظ تھے۔ اشعار رضا بہت ہی حسن کے ساتھ اور بڑے ہی پیارے اور والہانہ انداز میں پڑھتے تھے اور ہر شعر کی نہایت ہی نفیس و حسین انداز میں تشریح فرماتے تھے۔ آپ یقیناً رضا کی شاعری پر اتھارٹی تھے۔ آپ کو ماہر رضویات کہا جائے تو مبالغہ اور بیجا نہ ہوگا۔''

(یقین کے دو ماہِ مبین ص ۳۴۔ مطبع رضا اکیڈمی ممبئی)

ڈاکٹر موصوف سیدین کریمین کے اوصاف کتنے حسین انداز میں بیان کرتے ہیں:

''مسلکِ اعلیٰ حضرت کے علم بردار شریعت و طریقت کے کارواں کے سالار، سنیوں کے سید و سردار دکھیوں کی کشتی کے کھیون ہار، برکاتیوں اور رضویوں کے دلوں کا قرار اور گردنِ باطل پر ننگی تلوار......''

(یقین کے دو ماہِ مبین ص ۵۵)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے حضور سید العلماء و حضور احسن العلماء کی علمی وسعت، شعری مہارت، فکری عظمت، خانقاہی جلالت، رشد وہدایت، عنایت و شفقت، ادبی خدمت، فقہی بصیرت اور مسلکِ رضا کی ترویج و اشاعت کی خدمات پر حسین پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت پر بارگاہ مارہرہ کے فیوض و برکات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۰۹ھ، وصال ۱۲۹۶ھ) ہی نے بریلی کے مولانا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کو کندن بنایا۔ اپنی آنچ بخش کر اکسیر بنایا اور ہاتھوں میں ہاتھ لیکر انہیں ایسی روشنی عطا کی کہ وہ زمانے کی روشنی بن گئے اور آج مسلک اعلیٰ حضرت اصل اسلام اور سنیت کی پہچان بن گیا ہے۔'' (یقین کے دو ماہِ مبین، ص ۵،۶ از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

رضویات اور رضویات سے منسلک موضوعات پر ہونے والے کاموں پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے اندازِ تحریر سے مطالعے کی وسعت، فکر و قلم کی گہرائی اور سنجیدگی و متانت جھلکتی ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے ابتک پچاس کے لگ بھگ مقالات چھپ کر اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔

گلستانِ معرفت کے معطر پھولوں اور چمنستان مارہرہ کے درخشاں ہلال کی ضیاؤں سے خیالات کی وادیوں کو روشن کرنے کیلئے پیشِ نظر کتاب ''یقین کے دو ماہِ مبین'' کا مطالعہ افادیت کا حامل ہوگا۔ مذکورہ کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مجاہد سنیت الحاج محمد سعید نوری صاحب قابل مبارکباد ہیں۔

......x......x......x......x......

سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی

گزشتہ شماروں میں شائع ہونے والے مضامین کی فہرست

جلد ۱ ☆ شمارہ نمبر ۱ (۱) ☆ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۵ء

جلد ۱ ☆ شمارہ نمبر ۲ (۲) ☆ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۵ء

جلد ۲ ☆ شمارہ نمبر ۱ (۳) ☆ جنوری تا مارچ ۱۹۹۶ء

جلد ۲ ☆ شمارہ نمبر ۲ (۴) ☆ اپریل تا جون ۱۹۹۶ء

جلد ۲ ☆ شمارہ نمبر ۳ (۵) ☆ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۶ء

جلد ۲ ☆ شمارہ نمبر ۴ (۶) ☆ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء

جلد ۳ ☆ شمارہ نمبر ۱ (۷) ☆ جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء

جلد ۳ ☆ شمارہ نمبر ۲ (۸) ☆ اپریل تا جون ۱۹۹۷ء

جلد ۳ ☆ شمارہ نمبر ۳ (۹) ☆ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء

جلد ۳ ☆ شمارہ نمبر ۴ (۱۰) ☆ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۷ء

جلد ۴ ☆ شمارہ نمبر ۱ (۱۱) ☆ جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء

جلد ۴ ☆ شمارہ نمبر ۲ (۱۲) ☆ اپریل تا جون ۱۹۹۸ء

جلد ۴ ☆ شمارہ نمبر ۳ (۱۳) ☆ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸ء

جلد ۴ ☆ شمارہ نمبر ۴ (۱۴) ☆ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء

جلد ۵ ☆ شمارہ نمبر ۱ (۱۵) ☆ جنوری تا مارچ ۱۹۹۹ء

جلد ۵ ☆ شمارہ نمبر ۲ (۱۶) ☆ اپریل تا جون ۱۹۹۹ء

جلد ۵ ☆ شمارہ نمبر ۳ (۱۷) ☆ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۹ء

جلد ۵ ☆ شمارہ نمبر ۴ (۱۸) ☆ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء

جلد ۶ ☆ شمارہ نمبر ۱ (۱۹) ☆ جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء

جلد ۶ ☆ شمارہ نمبر ۲ (۲۰) ☆ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء

جلد ۶ ☆ شمارہ نمبر ۳/۴ (۲۱/۲۲) ☆ جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء

رضا نامے

☆ مفتی جلال الدین احمد امجدی ضلع بستی والیس، کبیر نگر

(محترم فقیہ ملت علیہ الرحمہ کا وصال سے قبل لکھا گیا افکار رضا کے نام پہلا اور آخری خط)

سہ ماہی افکار رضا شمارہ از شوال تا ذی الحجہ ۲۱ھ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ آپ کا اداریہ بہت خوب ہے اور بعض مضامین کا مطالعہ کیا انھیں بھی معیاری پایا، بالخصوص ڈاکٹر سنبھلی صاحب کا مضمون ''ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' بہت پسند کیا۔ آپ کی ترتیب بھی قابل تحسین ہے۔ اس سے قبل بھی افکار رضا کے کچھ شمارے دستیاب ہوئے تھے لیکن اپنی عدیم الفرصتی کے سبب ہم ان کی وصولیابی سے مطلع نہیں کر سکے جس کا افسوس ہے۔ دعا ہے کہ خدا عزوجل آپ کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ اس رسالہ کے ذریعہ افکار رضا کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی توفیق رفیق بخشے، اور آپ کی ساری مذہبی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆ سید صبیح الدین صبیح رحمانی، مدیر ''نعت رنگ'' کراچی۔ پاکستان

آپ کی طرف سے ارسال کردہ خط اور افکار رضا کا شمارہ موصول ہو چکا ہے۔ شکریہ، ربیع الاول شریف کی مصروفیت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی ابھی جواب کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ آپ کا ایک اور کرمنامہ بھی اخباری تراشے کے ساتھ موصول ہوا۔ روزنامہ ''انقلاب'' ممبئی کا صفحہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ بھائی ندیم صدیقی نے جس محبت سے ''سفیرِ نعت'' کا ذکر کیا ہے اسی محبت سے افکار رضا کو اہلِ علم سے متعارف کروایا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے افکار رضا کی ترویج اور وسیع تر پھیلاؤ کیلئے اسے اپنے حلقے سے باہر میں اپنے قدم جمانے ہوں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ افکار رضا میں ''نعت رنگ'' کا اشاریہ چھپنے سے آپ کے ہاں کے علماء اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ علماء نعت رنگ کو اپنے قلمی تعاون سے بھی نوازیں گے۔ 'نعت رنگ' کے پہلے صفحے پر جن دو قاسمیوں کا ذکر ہے یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ حضرت قاسم حسین مصطفائی کے سلسلے سے ہیں اور اسی نسبت سے قاسمی لکھتے ہیں، ان بزرگ کا مزار بدایوں میں ہے۔

تمہارا سفرنامہ پڑھ رہا ہوں اور ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہوں۔ جتنی سادگی سے تم اپنے گہرے مشاہدے کو رقم کر رہے ہو وہ ہمارے سفرناموں میں کم ہی نظر آیا ہے اس کی کامیابی پر تم داد سے زیادہ مبارکباد کے مستحق ہو۔ افکار رضا بھی اہلِ علم کیلئے دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں۔ افکار رضا کے انٹرنیٹ پر آنے کی مبارکباد بھی قبول کرو یہ کام تمہارے جیسا باہمت نوجوان ہی کر سکتا تھا کہ جس کی نظر آنے والے وقت اور اس کے تقاضوں پر ہو۔ اس انٹرنیٹ کی خبر ماہنامہ 'شاعر' کے ایڈیٹر جناب افتخار امام کو بھی دے دو وہ اپنے رسالے میں اردو کے حوالے سے انٹرنیٹ پر موجود چیزوں کو اپنے قارئین میں متعارف کروا رہے ہیں، یہ بہت ضروری ہے۔ افکار رضا کا جو شمارہ بھی نظر سے گذرا ہے اسے دیکھ کر دل سے آپ کے لئے دعا نکلتی ہے آپ جس عمر میں مستقل مزاجی سے یہ سنجیدہ جریدہ نکال رہے ہیں اور جن نا ساعد حالات میں وہ قابل تعریف ہے ورنہ اس موضوع پر کئی اہم اداروں اور اشخاص کی زیر سرپرستی نکلنے والے رسائل کو دیکھ کر سوائے کوفت

کے کچھ حاصل نہیں ہوتا خدا کرے آپ افکار رضا کے ذریعے فکر رضا کے علمی وادبی اور فقہی پہلوؤں کو اسی طرح سنجیدگی سے نمایاں کرتے رہیں۔ (آمین)

آپ نے نعت رنگ اور سفیر نعت ارسال کرنے کی زحمت گورا کی اس کے لئے بھی شکر گذار ہوں میرے لئے کراچی میں کوئی حکم ہو تو ضرور لکھیں۔ مولانا کوکب نورانی صاحب اور صوفی مقصود حسین قادری تک آپ کا سلام پہنچا دیا جائے گا امید ہے آپ اور آپ کے اہل خانہ خیرو عافیت سے ہوں گے۔

☆ محمد عمران رضا برکاتی اعلیٰ حضرت لائبریری ۳۴، سوداگران رضا نگر بریلی شریف، یوپی

آپ کا موقع جریدہ ''سہ ماہی افکار رضا'' کا شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۱ء موصول ہوا۔ آپ ہمارے لئے افکار رضا کا ہر شمارہ بھیجتے ہیں مگر ہم آپ کے لئے کچھ نہیں کر پاتے۔ ابھی طالب علمی کا زمانہ ہے انہیں کتب سے فراغت نہیں مل پاتی۔ ویسے دعا فرمائیں کہ تاحیات طالب علم ہی رہوں۔ شمارے ارسال کرنے پر تحریک کا شکر گزار ہوں۔ خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔ اس شمارے کے مضامین بغور پڑھے۔ آپ کا اداریہ بہترین ہوتا ہے اور اچھی تنقید پر مشتمل بھی! اس میں بھی آپ نے صحیح جہت کی طرف تنبیہ فرمائی ہے...... اور حضرت مولانا عبدالسلام رضوی صاحب قبلہ استاذ جامعہ نوریہ رضویہ کے قلمِ فیض رقم سے مرقوم شدہ مضمون کو بغور مطالعہ میں رکھا۔ حضرت نے شرف ملت محسنِ اہلسنّت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب قبلہ مدظلہ کی آمدِ جامعہ کے متعلق لکھا ہے۔ بیچ بیچ میں عربی، فارسی، اور اُردو اشعار و منقبت مضمون میں چار چاند لگا رہے ہیں!

آخر میں حضرت نے اپنے مضمون اور شرف ملت نے اپنی تقریر پُر تاثیر کو اس فقیر تقصیر کے متعلق کلمات تحسین فرماتے ہوئے ختم فرمایا۔ یہ ان بزرگوں کی ذرہ نوازیاں ہیں ورنہ یہ گنہگار شخص اس قابل نہیں کہ اس کا نام آپ جیسے بزرگانِ دین کے مواعظ حسنہ میں آئے۔ نیکوں کی باتوں میں نیکوں کا ذکر ہوتا۔ یہ باتیں میرے لئے باعثِ فخر ہیں اور دعا ہے کہ ہمیشہ باعثِ فخر رہیں، آمین۔

☆ مولانا ملک الظفر سہسرامی۔ ایڈیٹر الکوثر، سہسرام۔ بہار

دہلی سے واپس لوٹا تو آپ کے کرمنامے سے مشرف ہوا۔ اس سے قبل افکار رضا موصول ہو چکا تھا۔ افکار رضا کو بہہ سے بہتر بنانے کی سمت آپ کا سفر کامیابیوں کے ساتھ جاری ہے۔ تحریک فکر رضا کے بینر سے آپ حضرات جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ ہر طرح لائق صد ستائش ہیں۔ گلوبلائزیشن کے اس ترقی یافتہ دور سے اب بھی اگر ہم نے عملی بیداری کا ثبوت پیش نہ کیا تو یہ ہماری جماعتی غفلت ہوگی جسے مستقبل کی تاریخ میں ناقابل معافی جرم قرار دیا جائے گا۔ آپ اپنی ویب سائٹ کو سُنّی ویب سائٹ بنانا چاہتے ہیں اور سنّیوں کے تمام رسائل کو اس پر لاکر استفادے کی ایک وسیع شاہراہ نکال رہے ہیں۔ آفریں بر ہمت مردانہ تو

☆ احمد حسین قادری، (کسٹم آفیسر) کوسہ، ممبرا

یہ آپ کا خاص کرم و احسان ہے کہ بندۂ احقر کو فراموش نہ کرکے اپنے رجسٹرڈ اور موقر سہ ماہی افکار رضا سے نوازتے رہتے ہیں۔ آپ کا اداریہ قابلِ مطالعہ رہتا ہے آپ وہی لکھتے ہیں جس کو ہر سُنّی مسلمان

عام طور پر محسوس کر رہا ہے۔ سُنّی طبقہ میں مصلحتاً نفع اندوزی کے پیش نظر ایسے عناصر گھس پیٹھ کر بیٹھے ہیں جو حقیقتاً صلح کل "منافق" ہیں۔ بقول سیّدی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

سُنّی حنفی قادری چشتی   بن بن کے بہکاتے یہ ہیں (الاستمداد)

یہ سرکار اعلیٰحضرت کا ہم سُنّیوں پر احسانِ عظیم ہے کہ منافقوں کی سازشوں، منصوبوں، تخریب کاریوں، فرقہ بندیوں، سیاسی مفاد پرستی وغیرھم کا پردہ فاش کر دیا ہے۔

بمبئی سے افکار رضا نے علمی طبقہ کو بے حد متاثر کیا ہے۔ یہ آپ کی اور آپ کے احباب و معاونین خصوصاً سیّدی حسنین میاں آلِ رسول برکاتی مدظلہ النورانی کی سرپرستی کا فیض ہے کہ آپ جیسا متحرک و فعال نہایت معروف کار انسان وہ کام کر رہا ہے جو آج کے اہل قلم اور اہلِ ثروت کا کام تھا۔ مگر سُنّیوں کی بے حسی کا عالم یہ ہے کہ امام احمد رضا کا نام فروخت کر کے پیٹ پال رہے ہیں اور نعرہ بازی کر کے تنازعات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہ نفس پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔ الحمد للہ آپ ان تمام الزامات سے بری اور پاک و صاف ہیں تجارتی مقاصد مقصود خاطر نہیں ہے۔

☆ غلام مصطفیٰ قادری رضوی۔ باسنی، ناگور شریف، راجستھان

فکر رضا کا ترجمان میرا محبوب رسالہ افکار رضا ممبئی اپریل تا جون ۲۰۰۱ء نظر نواز ہوا۔ آپ کی شبانہ روز محنتیں رنگ لا رہی ہیں۔ رسالہ روز بروز عروج کی طرف مائل ہے۔ ماشاء اللہ اب تو آپ کے قلم میں بھی خوب نکھار پیدا ہو رہا ہے۔ پچھلے شمارے میں آپ کے اداریہ "دعوت اسلام اور بدمذاہب" نے بہت متاثر کیا۔ آپ نے واقعی مبنی بر حقائق باتیں تحریر کی ہیں، اور بانیانِ مذاہب باطلہ کی خوب قلعی کھولی ہے۔

موجودہ شمارے میں مرکزی درس گاہ یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام کی خدمات کا اختصار کے ساتھ تجزیہ کیا ہے، جس سے عقیدت رضا کا اظہار ہوتا ہے۔ کچھ باتیں تلخ بھی ہیں لیکن وہ اہلِ سنت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مبنی بر صواب ہیں۔ جو شان منظرِ اسلام کی امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ہند، حجۃ الاسلام صدر الافاضل اور ملک العلماء علیہم الرضوان کی زندگی میں تھی اب وہ کیوں نہیں ہے یہ غور و فکر کا مقام ہے۔ خدا کرے یہ علمی درسگاہ سدا باغ و بہار رہے۔ آمین۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کی عمدہ تحقیق و تحریر "کنز الایمان کا لسانی جائزہ" پچھلے کئی ماہ سے قسط وار شائع ہو رہی ہے اور قارئینِ افکار رضا کو مستفید کر رہی ہے۔ موصوف نے اختصار کے ساتھ مگر بڑی جامعیت سے کنز الایمان اور دیگر تراجم کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ ایسے دانشور حضرات اگر امام احمد رضا کی حیات و خدمات پر مسلسل کام کرنے لگ جائیں تو پھر نتائج مفید برآمد ہوں گے، اور فکر رضا سے بین الاقوامی سطح پر لوگ متعارف ہوں گے۔

استاذ محترم علامہ عبدالسلام رضوی دامت ظلہٗ نے حضور شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم القدسیہ کی آمد پر اچھی تحریر پیش کی ہے، نیز ان کی بے مثالی خدمات پر قدرے روشنی ڈالی ہے۔ آج حضرت موصوف کی شخصیت ہمارے لئے سرمایۂ افتخار سے کم نہیں ہے۔ جو درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تدبیر و تقریر کے میدان کے یکساں شہسوار ہیں۔ قلمی خدمات کی تو بات مت پوچھئے، جس وقت مردود زمانہ

احسان الٰہی ظہیر نے رسوائے زمانہ کتاب ''البریلویہ'' لکھی تو اس کے فاسد نظریات کا جواب ''اندھیرے سے اجالے تک'' (اردو) اور من عقائد اہل السنۃ (عربی) کی صورت میں دینے والا یہی مردِ حق گو تھا۔ جن کے مطالعہ نے نہ جانے کتنے شکوک وشبہات کا ازالہ کردیا۔ موخر الذکر کتاب معمولات اہلسنت پر تحقیقی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے فقیر قادری نے بھی بہت عمدہ پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اہل علم وفضل حضرات کا سایہ تادیر ہم پر قائم ودائم رکھے۔ اور ان کے علمی فیضان سے تمام مسلمانوں کو مالا مال فرمائے۔ آمین۔ ان کے علاوہ بھی مقالات ومندرجات خوب تر ہیں۔ خدائے کریم آپ کی دینی وملی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، اور مزید عزم وحوصلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم علیہ والہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم۔

☆ سید صابر حسین شاہ بخاری، ادارہ فروغِ افکارِ رضا، برہان شریف، اٹک۔ پاکستان

طویل عرصہ ہونے کو ہے آپ کو کوئی محبت نامہ اور ہی کوئی کتاب نظر نواز ہوئی۔ عرض ہے کہ فقیر ناگزیر وجوہات کی بنا پر اپنے علمی احباب سے مسلسل رابطہ نہ رکھ سکا۔ بہرام بہار سے بھی ''الکوثر'' غیر حاضر ہے۔ ملک العلماء نمبر کا کیا بنا؟

دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے جشنِ صد سالہ کے حوالے سے اہل سنت نے کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ فقیر کو پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ نے ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی کا منظر اسلام نمبر روانہ کیا ہے۔ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ارباب علم ودانش نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ بعض مضامین تو محض بھرتی کے ہیں۔ منظر اسلام کی خدمات پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔ اب فقیر کی نظریں ''معارف رضا'' کراچی کے نمبر پر لگی ہوئی ہیں، دیکھئے وہ کیا نمبر نکالتے ہیں۔ بہر کیف فقیر منظر اسلام کی خدمات پر ایک تفصیلی مقالہ مرتب کررہا ہے۔ دعا فرمائیں۔

افکار رضا رضا شناسی میں اپنی مثال آپ ہے۔ اداریہ خوب ہوتا ہے، مقالات نہایت تحقیقی ہیں۔ ''روداد پاکستان'' میں آپ نے اپنے سفر کی تمام کیفیات بیان کردی ہیں بلکہ ارباب علم ودانش کا تعارف بھی کرادیا ہے۔ صفحہ ۶۳ پر آپ نے فقیر کا تذکرہ جن الفاظ اور پیرائے میں کیا ہے اس پر سراپا سپاس ہوں فقیر اس قابل کہاں: من آنم کہ من دانم، بہر کیف یہ سفر نامہ الگ کتابی صورت میں چھپ کر سامنے آنا چاہیے۔

☆ مفتی محمد اختر حسین قادری، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

جیسا کہ آپ نے اخبارات وغیرہ کے ذریعہ یہ عظیم حادثہ جان لیا ہوگا کہ حضور شارح بخاری کے بعد فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں ایک پاکیزہ اور نمونۂ اسلاف کے طور جبر خلیفۂ حضور احسن العلماء مرجع فقہ وفتاویٰ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مخدوم گرامی فقیہ ملت صاحب تصانیفِ کثیرہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ رہ گئے تھے اور اب وہ بھی ہم سب کو چھوڑ کر چل دیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

حضرت بابرکت کی راقم پر عنایات بے غایات تھیں اور نہ صرف یہ کہ شرف دامادی سے نوازا بلکہ خلافت واجازت اور رشتۂ استاذی وشاگردی بھی عطا کیا تھا اور کتاب ''ازالۂ فریب'' بھی حضرت اقدس کے طفیل ہی معرضِ وجود میں آئی۔ ان کرم فرمائیوں کو سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے، دل ودماغ اور ذہن وشعور کے سارے زاویئے منتشر وپراگندہ ہیں مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔......

رودادِ پاکستان ۹۹ء (قسط ۴)

از: محمد زبیر قادری

ہاں تو ذکر ہو رہا تھا حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب کی محفل کا اور یہ محفل جمی تھی جامعہ نظامیہ رضویہ میں۔ اس وقت نشست گاہ میں احقر کے علاوہ علامہ شرف صاحب، نوجوان محقق خلیل احمد رانا صاحب اور سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب۔ یہ دو صاحبان مجھ حقیر سے ملنے کے لیے طویل سفر کر کے لاہور آئے تھے۔ مختلف تحقیقی عناوین پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں تو ٹھہرا ناکارہ البتہ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لیے غور سے سنتا رہا۔ علامہ شرف صاحب اہلسنّت کی ایک مقتدر شخصیت کا نام ہے۔ وہ مجھ جیسے حقیر لوگوں سے بھی اس طرح اپنائیت سے ملتے ہیں جیسے کوئی قریبی رشتہ دار ہو۔ اس قدر بلند پایہ عالمِ دین ہونے کے باوجود ان میں اتنی عاجزی انکساری ہے کہ خال خال ہی کہیں نظر آئے۔

تھوڑی دیر نشست رہی۔ پھر دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو شرف صاحب نے دسترخوان لگوادیا۔ کھانے کے وقت ہمارے ساتھ چند اور عالم دین بھی شریک ہوگئے۔ یہ تھے مفتی محمد خان قادری، مصر سے آئے ہوئے دو استاذ جو کہ جامعہ نظامیہ کے طلباء کو پڑھانے کے لیے آئے ہوئے تھے اور ایک اور عالم دین تھے جو افغانستان میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ دورانِ طعام ہمارے دوست صابر حسین شاہ صاحب تمام ہی لوگوں سے سوال جواب کرتے رہے جیسا کہ وہ انٹرویو لے رہے ہوں۔ اس طرح سے وہ معلومات اکٹھی کر کے لکھنے کے لیے مواد جمع کر رہے تھے جو بعد میں ان کو مضامین کے لیے کام آتا۔

اس پُر تکلف ضیافت کے بعد نمازِ ظہر ادا کی گئی۔ پھر میں اپنے دوستوں رانا صاحب اور سید صاحب کے ہمراہ اپنے ہوٹل کے روم کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پر اپنے ساتھ لائے ہوئے کتابوں کے تحفے سیّد صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ انھوں نے بھی مجھے محروم نہیں کیا اور کچھ کتابیں عنایت کیں۔ دنیا دار حضرات اگر یہ سنتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ زبیر قادری اتنی دور صرف کتابیں دینے اور لینے کے لیے جاتا ہے۔ عجب دیوانگی ہے۔ جبکہ ان حضرات کو اگر ہمارے اسلاف کے حالات بتائے جائیں کہ وہ لوگ حصولِ علم کی خاطر اُس غیر ترقی یافتہ دور میں سینکڑوں میل سفر کیا کرتے تھے بلکہ بعض حضرات تو صرف ایک حدیث یا ایک مسئلہ کے حل کے لیے مہینوں سفر کر کے کسی جانکار کے پاس جایا کرتے تھے۔ پھر میرا یہ عمل تعجب خیز کیوں ہے؟...... میں وہاں سے علم کے ذخائر جمع کر کے لاتا ہوں تو صرف اس لیے کہ یہاں ہند میں نہ جاننے والوں کے علم میں ہم اضافہ کر سکیں۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد کی درستگی و اصلاح کی جاسکے اور یہ سب آخرت کا سرمایہ بھی ہے۔

اسی اثناء میں علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب ہمارے روم پر تشریف لے آئے۔ کہنے لگے آپ آئے ہیں انڈیا سے، یہ آئے ہیں چھ گھنٹے کا سفر کر کے جہانیاں منڈی سے اور یہ حضرت آٹھ گھنٹے کا سفر کر کے برہان شریف، اٹک سے۔ آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں مگر دیکھو کس طرح یکجا ہیں...... پھر انہوں

نے مجھ سے کہا کہ آپ سے ملاقات کی غرض سے کچھ احباب تشریف لائے ہیں۔ جلد تشریف لے آئیں۔

ہم نے فوراً سامان سمیٹا اور ان کے آستانے یعنی مکتبہ نبویہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں پر فاروقی صاحب نے جن صاحب سے ملاقات کرائی ان کا نام ہے مولانا محمد عالم مختار حق۔ جناب موصوف کو بھی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے والہانہ درجہ کی محبت ہے تبھی تو مرکزی مجلس رضا کے اسیر ہیں۔ ان کی محبتِ رضا کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی لکھی ہوئی کتابیں اور اعلیٰ حضرت پر لکھی ہوئی کتابیں ذخیرہ کر کے ذاتی لائبریری بنائی ہوئی ہے اور امام احمد رضا سے محبت رکھنے والے دوستوں اور علماء دین کو اپنے ذخیرہ کی زیارت کرانے لے جاتے رہتے ہیں۔ اور ہم جیسے ناکارہ جو دور بیٹھے ان کی کتابوں سے استفادہ نہیں کر سکتے اُن کے لیے انہوں نے ماہنامہ "جہانِ رضا" ماہ اگست ۱۹۹۹ء میں "امام احمد رضا خان بریلوی میرے کتب خانے میں" عنوان سے اپنی کتابوں کی فہرست شائع کروادی۔ ان کے پاس رضویات سے متعلق تقریباً ۵۰۰ کتابیں جمع ہیں۔

اُن کے ساتھ ایک اور صاحب تھے وہ کوئی رشتہ دار تھے یا دوست یہ تو یاد نہیں۔ البتہ وہ لوگ ایک ماروتی (سوزوکی) وین میں آئے تھے اور مجھ سے بیحد اصرار کر رہے تھے کہ آپ لاہور میں ایک دن اور رک جائیے ہم آپ کو گاڑی میں پورا لاہور دکھا دیں گے۔ میں صرف مسکرا کر ان کی بات ٹال گیا۔

پھر میں مختلف مکاتب پر اپنے کام کی کتابوں کی تلاش میں جٹ گیا۔ سُنّی کتب خانہ، گنبدِ خضراء پبلی کیشنز، مکتبۃ المدینہ، مسلم کتابوی وغیرھم سے کتابیں خریدتا رہا۔ مفتی محمد خان قادری صاحب کے مکتبہ گنبدِ خضراء پر صفہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جناب عمر حیات خان صاحب سے میری ملاقات کروائی گئی۔ موصوف نے اپنے ادارے کی چند مطبوعات تحفتاً مجھے پیش کی۔ صفہ اکیڈمی کے تحت موصوف ہمارے بزرگوں اور عرب مصنفین کی عربی زبان میں لکھی کتابوں کو اردو میں منتقل کر کے شائع کر رہے ہیں۔ یہی کام مفتی محمد خان قادری صاحب بھی کرتے ہیں یعنی عربی زبان کی کتابوں کو اردو میں شائع کرنا۔ اس طرز پر ہند میں بھی کام ہونا چاہیے کہ یہاں بد مذہب خصوصاً غیر مقلد حضرات' نجدیوں کی عربی کتب کے اردو تراجم شائع کر کے یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عرب جہاں سے دین پھیلا وہاں کے مسلمانوں کے یہ عقائد ہیں یعنی سُنیوں کو گمراہ و مشرک ثابت کرنا۔

مسلم کتابوی پر مطلوبہ کتب نکلوا کر میں نے ادائیگی کرنا چاہی تو فرخ بھائی نے پیسے نہیں لیے اور اسکے عوض مجھ سے مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ کی "نزہۃ القاری" بمبئی سے بھیجنے کی ہدایت کی۔ مسلم کتابوی کے مالک جناب محمد فرخ صاحب بہت بھلے آدمی ہیں۔ میں یہ اس لیے نہیں لکھ رہا کہ انہوں نے مجھ سے کتابوں کے پیسے نہیں لیے مگر اس میں ان کا بھی فائدہ تھا۔ فرخ صاحب بہت حصلب سُنّی ہیں، انہوں نے مجھ پر کئی انکشافات کیے جس سے میں نے جانا کہ اہلسنت میں ہر جگہ اختلاف موجود ہیں مگر حدیث مبارکہ کے مطابق میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ ہمیں ان اختلافات کو زحمت نہیں بننے دینا چاہیے۔

ابھی اور باقی ہے (انشاء اللہ)......

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان کے زیر اہتمام کراچی میں ہونے والی "امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء" کی رپورٹ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کے علمی کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں وہ علم وفن کے امام تھے، صاحب بصیرت تھے، ماضی ان کے پیش نظر تھا اور وہ اپنے زمانے سے بہت آگے دیکھتے تھے، وہ ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کی ترقی کے خواہاں تھے۔ انھوں نے ہر سمت میں مسلمانوں کی رہبری کا فریضہ انجام دیا، وہ ایک سچے رہنما تھے ان کے سینے میں قرآن وسنت کے علوم کا سمندر موجزن تھا جس سے ہر دور کے صاحبان علم وفن نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق پیاس بجھائی، شریعت و طریقت سے لیکر سیاست ومعیشت اور اصلاح معاشرہ تک زندگی کا کوئی رخ ایسا نہیں جس میں انھوں نے مسلمانوں کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ انجام نہ دیا ہو۔ ان خیالات کا اظہار سابق سینیٹر اور ممتاز سماجی رہنما سید قمر الزماں شاہ (صدر، سندھ چیمبر آف ایگریکلچر، حیدرآباد) نے "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل" کے زیر اہتمام کراچی کے فائیو اسٹار ہوٹل میں ہونیوالی "امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء" سے بحیثیت صدر محفل خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان، وفاقی وزیر داخلہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر، ممتاز سائنسداں ڈاکٹر عبدالقدیر خان، وفاقی شرعی عدالت کے سینئر جج جسٹس ڈاکٹر فداء محمد خاں، گورنر پنجاب محمد صفدر، ڈائریکٹر جنرل اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد، ریکٹر بحریا یونیورسٹی وائس ایڈمرل مسعود مظہر بیابانی، اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا سبحان رضا خان نے "امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء کراچی" کے نام پیغامات ارسال فرمائے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اپنے پیغام میں کہا کہ امام احمد رضا کی تعلیمات ملی یکجہتی کا ذریعہ ہیں وہ سائنسی علوم سے بھی آشنا تھے..... جسٹس ڈاکٹر فداء محمد نے کہا کہ فاضل بریلوی نے برصغیر میں عشق رسول کی شمع روشن کی جس کی روشنی آج ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ہم تک پہنچ رہا ہے..... گورنر پنجاب نے کہا کہ اعلیٰ حضرت علوم ومعارف کے سمندر تھے، تشنگان علم وادب اس سے سیرابی حاصل کریں..... ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد نے کہا کہ مولانا احمد رضا کا ترجمۂ قرآن نہایت فصیح وبلیغ ہے، ان کی یاد میں کانفرنس کے انعقاد پر میں مبارک باد پیش کرتا ہوں..... مولانا سبحان رضا خاں نے کہا کہ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے جشن صد سالہ کے حوالے سے "امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء" کا انعقاد اور یادگاری مجلہ کی اشاعت پر میں مبارک باد پیش کرتا ہوں..... کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن مجید اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا، نظامت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ادا کیے۔ عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر کے فاضل مولانا سید علیم الدین شاہ ازہری نے امام احمد رضا کے قائم کردہ دار العلوم منظر اسلام کی برصغیر میں علمی خدمات کے حوالے سے مقالہ پیش کیا..... قائد اعظم انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد کے ریسرچ اسکالر پروفیسر مجیب احمد نے "جامعہ رضویہ منظر اسلام کی خدمت افتاء کے حوالے" سے تحقیقی مقالہ پیش کیا جس میں امام احمد رضا سے لیکر عہد حاضر تک کے فارغین منظر اسلام کے فتاویٰ کا جائزہ پیش کیا..... ڈاکٹر جلال الدین نوری،

صدر شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی جو کہ علالت کے سبب کانفرنس میں تشریف نہ لاسکے، نے "فضلائے منظر اسلام" کے عنوان سے اپنا مقالہ کانفرنس میں پڑھنے کیلئے ارسال فرمایا..... ممتاز عالم دین اور امیر جماعت اہلسنّت کراچی علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج برصغیر پاک و ہند ہی نہیں دنیا کے کونے کونے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے روشن کیے ہوئے چراغ عشق رسول ﷺ کی کرنیں عالم اسلام کے دلوں کو منور کررہی ہیں، ان کا قصیدۂ سلامیہ ہر مومن کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل" فاضل بریلوی کے مشن عشق رسول ﷺ کو جس احسن انداز سے دنیا میں پھیلا رہا ہے وہ قابل مبارک باد ہے..... صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری جو کہ ادارہ کے مرکزی صدر ہیں نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل" کے زیر نگرانی بین الاقوامی سطح پر ہونے والے تحقیقی اور تصنیفی کاموں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا اور ادارہ کی بیس سالہ کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم لاکھوں کی تعداد میں اُردو، سندھی، پشتو، فارسی اور انگریزی زبانوں میں کتب شائع کرکے دنیا بھر میں تقسیم کرچکے ہیں، ادارہ کے زیر اہتمام ہونے والی "امام احمد رضا کانفرنس" کا دائرہ کراچی کے بعد اسلام آباد، لاہور اور پھر مصر تک پہنچ چکا ہے عنقریب بغداد، ناروے اور امریکہ میں بھی امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوں گی۔ امسال کی کانفرنس امام احمد رضا کے قائم کردہ دارالعلوم، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کے صد سالہ جشن تاسیس کے حوالے سے منعقد کی گئی ہے اس موقع پر "ماہنامہ معارف رضا کراچی" کا ایک ضخیم خصوصی شمارہ بھی منظرِ اسلام کے حوالے سے شائع کیا گیا ہے جبکہ سالانہ مجلّہ اور دیگر کتب کی اشاعت اپنی جگہ ہے..... کانفرنس کے مہمان خصوصی، ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ، پروفیسر انوار احمد زئی نے اپنے خطاب میں کہا کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جیسی صاحب علم اور علم پرور ہستیاں صدیوں میں جنم لیتی ہیں ان کے تعلیمی افکار ہر دور کے ماہرین تعلیم کیلئے راہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔ فاضل بریلوی اسلامی فکر کے داعی، مبلغ اسلام اور برصغیر کی علمی میراث کے امین تھے۔ ان کے تعلیمی افکار و نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے آج بھی تعلیمی میدان میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ اس عظیم محسنِ علم اور عاشقِ رسول کی یاد میں پروگرام منعقد کرنا اور ان کی گرانقدر علمی تصانیف کو عام کرنا بڑا شرف ہے جو کہ "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل" کے حصے میں آیا، اس عظیم انعام خداوندی پر میں ادارہ کے تمام عہدیداران و کارکنان کو مبارک باد اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں..... کانفرنس کے تمام شرکاء میں ادارہ کی طرف سے شائع کردہ "مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء" اور دیگر کتب تقسیم کی گئیں۔ جبکہ اختتام سے قبل امام احمد رضا کا تحریر کردہ نعتیہ سلام۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھا گیا جبکہ ملک پاکستان کی سلامتی، ملک میں نظامت مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور عالم اسلام کی ترقی و تحفظ اور سلامتی کی دعائے خیر پر اس علمی وروحانی فکری محفل کا اختتام ہوا۔

000000

اخبار رضا

☆ "صفوۃ المدیح فی مدح النبی ﷺ" کے عنوان سے مولانا احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا منظوم عربی ترجمہ "دار الھدایہ" قاہرہ، مصر سے ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء کو شائع ہوا ہے۔ اس کا نثری ترجمہ ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ صاحب نے اور منظوم ترجمہ ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب نے کیا ہے۔ ☆ ردّ قادیانیت میں امام احمد رضا خاں حنفی علیہ الرحمہ کے تین رسائل "السوء العقاب علی المسیح الکذاب"۔ "الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی" اور "المبین ختم النبیین" قاہرہ، مصر سے عربی میں "القادیانیہ" کے نام سے الدار الثقافیہ للنشر کے مطبع سے نومبر ۲۰۰۰ء میں رضا اکیڈمی ممبئی کی معاونت سے شائع ہوئے ہیں۔ جامعہ ازہر کے دو ہندوستانی طالب علم جناب جلال رضا اور جناب منظر اسلام نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ ☆ مالیگاؤں کے سیاسی ویکلی اخبار نے ۲۵ر جولائی ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں امام احمد رضا پر خصوصی مضمون "امام احمد رضا اور نیوٹن" نوری مشن، مالیگاؤں کی فرمائش پر شائع کیا جسے علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ☆ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صدر، شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد، نئی دہلی، کو عربی، فارسی بورڈ اتر پردیش کا نیا نصاب مرتب کرنے کے سلسلے میں وزیر اعلیٰ تر پردیش جناب راج ناتھ سنگھ نے ۱۲ر جون ۲۰۰۱ء کو اپنی رہائش گاہ پر بلائی گئی "پہلی صوبائی عربی مدارس اساتذہ پنچایت" میں خصوصی اعزاز سے سرفراز کیا۔ جس کا اہتمام محکمہ اقلیتی فلاح و بہبود اتر پردیش نے کیا تھا۔ اس تقریب میں متعدد وزراء عمائدین حکومت اور عربی مدارس کے اساتذہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حکومت اتر پردیش نے درجات عالیہ (مولوی، عالم، کامل اور فاضل) کی نصاب سازی کا کام جامعہ ہمدرد کو تفویض کیا تھا، محترم سراج حسین، وائس چانسلر جامعہ ہمدرد کی زیر نگرانی اس نصاب کو ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے مرتب کیا۔ یہ واضح رہے کہ یہ نصاب بورڈ سے ملحق تقریباً نو سو مدارس پڑھایا اور بورڈ کے ضابطہ کے مطابق امتحان دلایا جاتا ہے۔

☆ انجمن فیضان سرکار تحی پوکھریرا شریف، سیتا مڑھی، بہار نے علامہ حافظ محمد عبد الرحمٰن محبّے علیہ الرحمہ کی تصنیف "اثبات تقلید شرعی" شائع کی ہے ہدیہ: ۱۵ر روپے۔ ☆ سنّی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور شریف نے علامہ عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی صاحب کی تصنیف "جان ایمان" کا ہندی میں ترجمہ شائع کیا ہے۔

☆ تحریک فکر رضا، اننت ناگ، کشمیر نے مولانا اسد اللہ نظامی مصباحی کی مرتبہ "تحفۂ عقیدت" شائع کیا ہے ہدیہ: ۱۵ر روپے ☆ قادری دار السنیہ ۹۵، انڈریا اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۸ نے پروفیسر فیاض احمد کاوش کی تالیف "گیارھویں شریف۔ حقائق کی روشنی میں" شائع کی ہے جسے چھ روپے میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی پاکستان نے ماہنامہ "معارف رضا" کا خصوصی شمارہ "صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام بریلی نمبر" شائع کیا جس کا اجراء "امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء" کراچی میں کیا گیا۔ ☆ کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶ نے "ازالۂ فریب بجواب تقلید شخصی کے آسیب" مصنف: مفتی محمد اختر حسین قادری علیمی (استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی) نے شائع کی ہے

ہدیہ: ۶۰ روپے۔

R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت اما م احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماءِ اہلِ سُنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔

آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی